جولائی - اگست ۲۰۲۳ء

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

کی شان میں گستاخی کرنے والا زندیق ہے۔

امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

جب تم کسی کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ شخص زندیق (بے دین) ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن دونوں ہمارے یہاں حق ہیں، اور ہمارے پاس قرآن اور سنت نبوی کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے پہنچایا ہے، اصل میں انکا ہدف صحابہ کرام پر جرح کرکے دراصل کتاب وسنت کو معطل کرنا ہے، حالانکہ وہ خود جرح کے لائق ہیں اور یہی لوگ زندیق (بے دین) ہیں۔

(الکفایہ / خطیب بغدادی: ۹۷)

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یداللہ علی الجماعۃ

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

مجلّہ

الجماعۃ

خصوصی شمارہ

محرم - صفر ۱۴۴۵ھ ● جولائی - اگست ۲۰۲۳ء

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چونا والا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو-ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai

subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com

نگـــــارشـــــات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

ماہ صفر اور مسلمان

شیخ محمد ایوب اثری (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

﴿وَلَقَدْ أَخَذْنَآ ءَالَ فِرْعَوْنَ بِٱلسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِّنَ ٱلثَّمَرَٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٣٠﴾ فَإِذَا جَآءَتْهُمُ ٱلْحَسَنَةُ قَالُوا۟ لَنَا هَٰذِهِۦ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا۟ بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُۥٓ ۗ أَلَآ إِنَّمَا طَٰٓئِرُهُمْ عِندَ ٱللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الاعراف: ۱۳۰-۱۳۱] ''اور ہم نے فرعون والوں کو مبتلا کیا قحط سالی میں اور پھلوں کی کم پیداواری میں، تاکہ وہ نصیحت قبول کریں سو جب ان پر خوشحالی آ جاتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لیے ہونا ہی چاہئے اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے۔ یاد رکھو کہ ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ کے ذریعہ ایک غلط عقیدے کی تردید فرمائی ہے جو قدیم زمانے سے لوگوں کے یہاں رائج تھی، جس کی وضاحت حدیث کے ذریعہ ہوتی ہے جسے شیخین نے روایت فرمایا ہے: ''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَّةَ وَلَا صَفَرَ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: يَا رَسُولُ اللَّهِ فَمَا بَالُ الْإِبِلِ تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ، فَيُخَالِطُهَا الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ، فَيُجْرِبُهَا فَقَالَ رَسُول: فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ''۔ (بخاری:5717،مسلم:2220)

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیماری کا کسی دوسرے کو لگ جانا، بدشگونی لینا، اور اُلّو (پرندہ) کو منحوس سمجھنا، اور ماہ صفر کو منحوس سمجھنا کوئی چیز نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو سن کر ایک صحرانشین نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر بیماری کا کسی دوسرے کو لگ جانا کوئی چیز نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ اونٹ کے ریوڑ صحرا میں رہتے ہیں وہ اس طرح صاف ستھرے اور نشیط ہوتے ہیں گویا کہ ہرن ہیں لیکن ان میں ایک ایسا اونٹ شامل ہوجاتا ہے جو جرب یعنی خارش کی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو پورے ریوڑ کو خارش زدہ کر دیتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو یہ بتلاؤ کہ پہلے اونٹ کو کس نے خارش زدہ کیا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار چیزوں کے متعلق جو اہل جاہلیت کا عقیدہ تھا اس کی وضاحت و تصحیح فرمائی۔ کوئی بیماری فی نفسہ متعدی نہیں، بدشگونی لینا کوئی چیز نہیں، بذات خود کوئی چیز منحوس نہیں ہوتی بلکہ اگر کسی چیز میں نحوست پیدا ہوتی ہے تو وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کی وجہ سے ہوتی ہے اسی طرح اُلو (پرندہ) کی آواز سن کر بندہ یہ سمجھے کہ ہمارے گھر کوئی مصیبت ضرور آنے والی ہے تو یہ لوگوں کی جہالت اور بدعقیدگی ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

اور صفر کا مہینہ منحوس نہیں تمام مہینوں اور دنوں کا خالق اللہ ہے اس نے اپنی حکمت وعدل سے یہ تو کیا ہے کہ بعض دنوں کو بعض دنوں پر اور بعض مہینوں کو بعض مہینوں پر فضیلت دی ہے لیکن ایسا نہیں ہے کہ کسی مہینے کو منحوس ٹھہرایا ہو بلکہ جس مہینے میں اللہ کے فرمان بجالائے جائیں وہ بندے کے لئے منحوس نہیں ہوسکتا اس لئے بجائے اس کے کہ بندہ کسی مہینے کو منحوس تصور کرے اسے چاہئے کہ خود گناہوں سے دور رہے تاکہ ہر مہینہ اس کے لئے باعث سعادت ہو۔

قارئین کرام! بدشگونی ایک ایسا مذموم فعل ہے جو انسان کے

ایمان وعقیدے کوختم کر کے اس کی دنیاو آخرت دونوں برباد کر دیتا ہے اور بدشگونی لینے والاشخص ہمیشہ مصائب ومشکلات سے دوچار ہوتا ہے، اللہ کے اوپر سے اس کا بھروسہ ویقین ختم ہوجاتا ہے اور وہ صرف پرندوں اور جانوروں پر اعتماد کرتا ہے اور اسے غیب داں سمجھتا ہے حالانکہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَعَلَى ٱللَّهِ فَتَوَكَّلُوٓاْ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ﴾[المائدہ:۲۳] ''اور اگر تم مؤمن ہوتو تمہیں اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے''۔اور دوسری جگہ فرمان ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ عَٰلِمُ غَيۡبِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ﴾ [فاطر:۳۸] ''بے شک اللہ جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا''۔

مذہب اسلام اپنے ماننے والوں کے قلوب واذہان کو ہرطرح کے غلط افکار ونظریات سے منزہ وپاک کرکے ان کی بھرپور اصلاح کرتا ہے اسی طرح پرندوں کے ذریعہ بدشگونی لینے کوشرک جیسے ناقابل معافی گناہ سے تشبیہ دیتا ہے **"الطيرة شرک الطيرة شرک"** (ابوداؤد،ترمذی)''بدشگونی لینے کوشرک گردانا گیا ہے''۔''**من ردته الطيرة عن حاجته فقد اشرک**''(صحیح الجامع:۶۲۶۴)

کس قدرافسوس ناک بات ہے کہ قرآن وحدیث میں بدشگونی کی اتنی ممانعت آنے کے باوجود آج کے روشن خیال اور اپنے آپ کو کتاب وسنت کے علمبردار کہنے والے لوگ بھی اسی مہلک مرض میں مبتلا ہیں۔آج کوئی طوطے جیسے چھوٹے پرندے کو اپنے مقدر کا مالک سمجھتا ہے،کوئی اُلّو جیسے ناسمجھ پرندے کی آواز کواپنی تباہی وبربادی کا پیش خیمہ سمجھتا ہے،کوئی گدھے اور بلی کی شکل وصورت کودیکھ کراپنے سفرکوملتوی کردیتا ہے اورکوئی بعض مہینوں،بعض دنوں اور بعض اوقات کومنحوس جان کرشادی بیاہ، نیا کاروبار اور دیگر اچھے کاموں کو انجام دینے سے رُک جاتا ہے۔

نہایت افسوس کے ساتھ اس حقیقت کوحوالہ قلم وقرطاس کیا جارہا ہے کہ اہل بدعت جس طرح اسلامی سال کے پہلے مہینے محرم الحرام کا استقبال سروروانبساط کے بجائے نالہ وشیون،آہ وفغاں، ماتم والم،اور تعزیہ داری سے کرتے ہیں، اسی طرح سے اہل زیغ وضلال کے یہاں یہ عام تصور پایا جاتا ہے کہ اسلامی سال کا دوسرا مہینہ صفرمنحوس و نامبارک، بلاوشر، آفت ومصیبت اورفتنہ وفساد کا خزینہ ہے،لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس شبہ کوبھی زائل کردیا ہے کہ کوئی آفت ومصیبت، اذیت وتکلیف اورنقصان وفسادکسی نحوست کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ تقدیر الٰہی،مشیئت خداوندی اور قانون کبریائی کے تحت وجود پذیر ہوتا ہے۔

ارشادربانی ہے:﴿مَآ أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٖ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَلَا فِيٓ أَنفُسِكُمۡ إِلَّا فِي كِتَٰبٖ مِّن قَبۡلِ أَن نَّبۡرَأَهَآۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٞ﴾[حدید:۲۲] دوسری جگہ فرمایا:﴿قُل لَّن يُصِيبَنَآ إِلَّا مَا كَتَبَ ٱللَّهُ لَنَا هُوَ مَوۡلَىٰنَاۚ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ﴾ [توبہ:۵۱] اتنے واضح اورٹھوس دلائل کے باوجود آج کا مسلمان بے شمار اوہام وخرافات اور باطل عقائد ونظریات جوزمانہ جاہلیت کے اَن پڑھ لوگوں میں رائج تھے آج وہ مسلمانوں کے اندر رائج ہوچکے ہیں۔اس لئے آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم کتاب وسنت کی تعلیمات سے آراستہ ہوکراپنے عقائد واعمال کو درست کریں اورلوگوں کو یہ بتلائیں کہ تمام چیزوں کا اختیار صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کے علاوہ کوّے،طوطے،اور دیگر پرندوں سے نحوست وبدشگونی کے عقیدے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَمَا يُؤۡمِنُ أَكۡثَرُهُم بِٱللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشۡرِكُونَ﴾[یوسف:۱۰۶] ''ان میں سے اکثرلوگ باوجوداللہ پرایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں''۔

اخیر میں اللہ سے دعا ہے کہ بارالٰہی ہمیں اور ہمارے معاشرے کو ہرطرح کی بدعات وخرافات واوہام پرستی ودیگر شرکیہ اعمال سے محفوظ رکھے۔(آمین یارب العالمین)

نجاست زدہ زمین کو پاک کرنے کی کیفیت

شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ - رضي الله عنه - قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي طَائِفَةِ الْمَسْجِدِ، فَزَجَرَهُ النَّاسُ، فَنَهَاهُمْ النَّبِيُّ - صلى الله عليه وسلم - فَلَمَّا قَضَى بَوْلَهُ أَمَرَ النَّبِيُّ - صلى الله عليه وسلم - بِذَنُوبٍ مِنْ مَاءٍ؛ فَأُهْرِيقَ عَلَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدوی آیا اور مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے اسے ڈانٹا تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ جب وہ بدوی پیشاب سے فارغ ہوا تو نبی ﷺ نے پانی کا ایک ڈول طلب فرمایا جسے اس جگہ پر بہادیا گیا (جہاں اس نے پیشاب کیا تھا)۔ (بخاری ومسلم)

تخریج حدیث: صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب صب الماء على البول في المسجد، حديث: 221 واللفظ له، و صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب وجوب غسل البول وغيره من النجاسات...، حديث: 284.

راویٔ حدیث: اس حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے خادم خاص ہیں۔ نبی ﷺ جب مدینہ آئے تو حضرت انس دس برس کے تھے ان کو ان کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت کے لیے بطور خدمت گار پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ نبی ﷺ نے قبول فرمایا اور ان کے لئے دعا فرمائی "اللهم اكثر ماله وولده و ادخله الجنة" نبی کی دعا قبول ہوئی اور حضرت انس کی نسل سے بہت ساری اولادیں ہوئیں، اور ان کا ایک باغ تھا جو سال میں دو مرتبہ پھل لاتا تھا، یہ نبی ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے لے کر آخری سانس تک آپ ﷺ کی خدمت کرتے رہے۔ ابوحمزہ ان کی کنیت تھی۔ خزرج کے قبیلہ نجار سے ہونے کی وجہ سے نجاری خزرجی کہلائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بصرہ کو جائے سکونت بنایا اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ نے ۹۱ یا ۹۲ یا ۹۳ رہجری میں وفات پائی جب کہ آپ کی عمر ۹۹ریا ۱۰۳رسال تھی۔ (الاصابه فى تمييز الصحابه ۷۲،۷۱/۱ دارالکتب العلمیه بیروت لبنان)

فوائد ومسائل:

۱- اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ آدمی کا پیشاب ناپاک ہے۔ امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے۔

۲- نیز یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ زمین اگر ناپاک ہو تو پانی سے

پاک ہوجاتی ہے خواہ زمین نرم وسہل ہو یا سخت وصعب۔

۳-اگر پانی ڈالے بغیر زمین خشک ہوجائے اور نجاست کا اثر زائل ہوجائے تو وہ زمین پاک مانی جائے گی یا ناپاک؟ اس سلسلہ میں دو رائیں ہیں:

(الف) جمہور کے نزدیک خشک ہونے پر زمین پاک نہیں ہوگی اس پر پانی ڈالنا ضروری ہے، چاہے سورج کے ذریعہ خشک ہوئی ہو یا ہوا یا سایہ کے ذریعہ، اگر خشک ہونا زمین کی پاکی کا سبب ہوتا تو نبی ﷺ اسی پر اکتفاء کرتے اور پانی بہانے کا حکم نہ دیتے۔

(ب) زمین کا خشک ہونا ہی اس کی پاکی کا سبب ہے، اس پر نماز پڑھنا جائز ہے، اس لئے کہ نجاست عین ناپاکی ہے جب نجاست زائل ہوجائے گی تو چیز اپنے طہارت کی طرف لوٹ آئے گی۔ اسی قول کو قوی قرار دیا گیا ہے، اسی کو امام ابن تیمیہ، ابن قیم رحمہا اللہ نے اختیار کیا ہے، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''یہی امام شافعی اور امام احمد کے دو قولوں میں سے ایک ہے، اور دلیل کے اعتبار سے یہی سہی ہے پھر اس کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کی ہے ابن عمر کہتے ہیں: **"كانت الكلاب تبول وتقبل وتدبر فی المسجد فی زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يكونوا يرشون شيئا من ذلک"**. (صحیح بخاری ح:۱۷٤)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اگر زمین پر نجاست لگ جائے پھر وہ خشک ہوجائے اور اس کا اثر زائل ہوجائے تو وہ زمین پاک ہوجاتی ہے اس لئے کہ حکم علت کے ساتھ گھومتا ہے جب نجاست کا اثر باقی نہیں رہا تو زمین پاک ہوگئ۔(فتاویٰ ابن تیمیه رحمه الله ٤٧٩، ٤٨٠/ ٢١ دار عالم الكتب للطباعة النشر والتوزيع، بحواله منحة العلام شرح بلوغ المرام ٦٦/١).

٤-اس حدیث سے مسجد کی عظمت اور اس کا احترام کرنا ثابت ہوتا ہے۔

٥-گندگی اور کوڑا کرکٹ سے اسے پاک رکھنا چاہیے۔

٦-مسجد سے فوری طور پر گندگی کو صاف کرنا چاہئے، جیسا کہ **"فلما قضى بوله أمر..."** سے ثابت ہوتا ہے۔

٧-جاہل اور نادان آدمی کے ساتھ نرمی کرنی چاہئے، سختی اور درشتی نہیں۔

٨-نبی ﷺ کا حسن خلق اور نہایت عمدہ طریقے سے تعلیم دینا ثابت ہوتا ہے۔

٩-یہ حدیث ایک عظیم فقہی قاعدے پر دلیل ہے اور وہ یہ ہے **"دفع اعظم الضررين بارتكاب اخفهما"** چھوٹے نقصان کو اختیار کرکے بڑے نقصان سے بچنا۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو روکا جو اسے جھڑک رہے تھے کیونکہ اگر روک دیا جاتا تو اس پر کئی مفاسد مرتب ہوتے:

(١) اسے جسمانی اذیت کا سامنا کرنا پڑتا۔

(٢) مسجد کا اکثر حصہ ناپاک ہوجاتا۔

(٣) اس کا لباس بھی پیشاب سے آلودہ ہوجاتا۔

(منحة العلام شرح بلوغ المرام ٦٧/١)

اداریہ

تحریک آزادی اور علمائے اہل حدیث

مدیر

ہندوستان کی آزادی میں برصغیر کے علماء کرام اور بالعموم تمام مسلمانوں کا بہت بڑا حصہ اور اہم رول رہا ہے، یوں تو آزادی کی تاریخ پر اگر نگاہ دوڑایا جائے تو جہاں ایک طرف تمام ملک کے باشندوں نے، برادران وطن نے اور تمام مذاہب اور برادریوں نے کندھے سے کندھا ملا کر ملک کو آزاد کرنے کی بھرپور کاوشیں کی تو دوسری طرف انگریزوں کی طاقت وسطوت کے سامنے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ جن لوگوں نے سینہ سپر ہو کر ملک کی آزادی کے لیے مقابلہ آرائی کی ہے وہ ہمارے علماء کرام ہیں اور خصوصی طور پر وہ علمائے کرام جن کو علمائے صادق پر کہا جاتا ہے جو مسلکی اور عقدی اعتبار سے منہج اہل حدیث اور کتاب وسنت کی اس تحریک سے تعلق رکھتے تھے جنہیں بہت سارے ہمارے نادان بھائیوں نے وہابی کہہ کر کے بدنام کرنے کی سازشیں کیں۔

آزادی کی تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے گی کہ انگریزوں کے ظلم وستم اور اس ملک کی تباہی اور بربادی اور یہاں کے تمام باشندوں کے خلاف ہر طرح کی ناانصافی اور بھید بھاؤ کو مٹانے کے لیے ہمارے علماء کی جو کاوشیں ہیں وہ سونے کے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں، چاہے ان کا تعلق آزادی کی بنیادی تحریک کسان اندولن اور فرائضی تحریک سے رہا ہو یا اس ظلم وستم کے خلاف لڑائی کا آغاز کرنے والے تحریک شہیدین کے جیالے ہوں یا اسی طریقے سے شہیدین کی شہادت کے بعد اس محاذ کو سنبھالنے والے عظیم آباد اور صادق پور کے علماء اہل حدیث ہوں یا پھر وہ تمام علماء ہوں جنہوں نے بعد کے ادوار میں انڈین نیشنل کانگریس، تحریک خلافت، جمعیت العلماء اور دیگر آزادی کی تحریکوں میں شرکت کر کے اس ملک کی آزادی کے لیے بھرپور رول ادا فرمایا، تحریک شہیدین کے بعد سے لے کر 1947ء تک جتنی بھی تحریکیں اس ملک میں اٹھیں ان میں علمائے اہل حدیث کی بھرپور شراکت اور قربانی تھی بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ ابتدائی دور سے لے کر آخر تک خاص طور پر انڈین نیشنل کانگریس کے وجود میں آنے سے پہلے تک پوری قیادت علمائے اہل حدیث کے ہاتھوں میں تھی تو بے جا نہ ہوگا، کم وبیش سو سال تک اس تحریک کو صادق پور کے علمائے اہل حدیث نے اور مولانا ولایت علی صادق پوری اور ان کے وارثین ومریدین نے جس طریقے سے آگے بڑھایا تھا اور اس تحریک کی آبیاری کی تھی وہ تاریخ میں سنہری حروف میں محفوظ ہے اور اس کے بعد جب انڈین نیشنل کانگریس اور گاندھی جی کے اندولن کے ساتھ انگریزوں بھارت چھوڑو کا

نعرہ بلند ہوا تو اس مومنٹ اور تحریک کو بھی جلا بخشنے اور پورے ہندوستان میں کونے کونے تک اسے پہنچانے میں گاندھی جی کے ساتھ مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمہ اپنی پوری علمی اور دینی فکر اور سوچ کے ساتھ اور اپنے قلم کی طاقت اور الہلال اور البلاغ کی بلند آوازوں کے ساتھ ہمیشہ صف اول میں کھڑے رہے اور پورے ملک کو جوڑ کر خاص طور پر مسلمانوں کو اور ان کے ساتھ تمام برادران وطن کو لاکر اس تحریک کو جس قدر مضبوط اور توانا کیا وہ گاندھی جی کے ساتھ مولانا ابوالکلام آزاد اور ان جیسے باعظمت علمائے کرام کی رہین منت ہے اور اگر صرف علمائے صادق پور کی قربانیوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ آزادی کی تحریک میں شرکت کرنے والے اور اس کو آگے بڑھانے والے اور اس کی قیادت کرنے والے اور اس کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے والوں کے درمیان سب پر بھاری ہوگا جیسا کہ ہندوستان کے پہلے وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو جب آزادی کے بعد پٹنہ صادق پور گئے تو انہوں نے ان قربانیوں کا برملا اعتراف کیا اور یہاں تک کہنے پر مجبور ہوئے کہ اس ملک کو آزادی دلانے میں پورے ملک کی قربانیاں ایک طرف اور علمائے صادق پر کی قربانیاں دوسری طرف اگر ترازو کے پلڑے میں رکھ دی جائیں تو علمائے صادق پور کا پلڑا بھاری پڑ جائے گا اور یہی سچائی ہے، حقیقت کی ترجمانی ہے اور اس تاریخی قربانی کا اعتراف ہے جو آزادی کی تاریخ لکھنے والے مورخین اور قلم کاروں نے بیان کیا ہے۔

یہ آزادی اس ملک کے باشندوں کے لیے ایک بہت بڑی نعمت ہے یہاں کے علماء، عوام اور تمام ذات برادریوں کے لوگ قوم اور مذہب سے بالاتر ہو کر متحدہ ہندوستانی قومیت کے جھنڈے کے نیچے جس یکجہتی، محبت اور بھائی چارہ سے رہتے اور بستے ہیں یہ پوری دنیا میں اپنے آپ میں ایک مثال ہے درحقیقت آزادی کے ان متوالوں نے جہاں انگریزوں کو اس ملک سے نکالنے میں کامیابی حاصل کی وہیں انہیں بھید بھاؤ کو ختم کرنے، سماجی اونچ نیچ کو توڑنے اور نفرت کی دیواروں کو ڈھانے اور تعصب کی دبیز چادروں کو اتار پھینکنے میں بھی کامیابی ملی گرچہ بعد کے ادوار میں مذہبی منافرت اور اس کو ہوا دینے کی کوششیں کی جارہی ہیں مگر آزادی کا سب سے بڑا فائدہ اور ان قربانیوں کا جو حقیقی حسن ہے وہ یہی ہے کہ ہم نفرت اور تعصب سے نکل کر قومی یکجہتی اور باہمی بھائی چارہ کے ماحول کو قائم کرنے کی جدوجہد کریں۔ اس لیے تمام برادران وطن کو اور اس ملک کی عوام کو چاہیے کہ وہ آزادی کی تاریخ کو انصاف کی نگاہ سے پڑھیں اور اس آزادی کے پس منظر میں جو قربانیاں یہاں کے تمام لوگوں نے خاص طور پر ہمارے علمائے کرام نے پیش کی ہیں اس کا اعتراف کریں اور آزادی کا جو دوسرا مقصد تھا یہاں رہنے والے تمام لوگوں کو انصاف ملے، مساوات ملے، یکجہتی اور بھائی چارہ کا ماحول ملے، اسے ایک دوسرے تک پہنچانے کے لیے ہم سب مل کر کوشش کریں اور نفرت کی دیواروں کو توڑ کر اپنے وطن عزیز اور آزاد بھارت کو اونچائیوں تک لے جانے کی ہر ممکن سعی کریں تاکہ آزادی کا مقصد پورا ہوسکے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

❁ ❁ ❁

احوال واقعی

حلالہ ایک جاہلی عمل

شیخ مختار احمد محمدی مدنی (داعی و مبلغ دعوہ سنٹر، الجبیل، سعودی عرب)

ہمارے ملکوں میں جب کوئی اپنی بیوی کو تین طلاق ایک ساتھ دے دیتا ہے تو اسے تین طلاق مان کر حلالہ کرانے کا فتوی دیا جاتا ہے، بلا شبہ اس مسئلہ میں کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہوتی ہے یا تین؟ علماء کے مابین سخت اختلاف ہے صحیح قول کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی ہوتی ہے لیکن افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ حلالہ جس کی حرمت پر علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے وہ ہر امام کے نزدیک ناجائز ہے، اس کے باوجود حلالہ کا ظالمانہ اور ناپاک فتوی دیا جاتا ہے، اس کو نکاح جیسا مقدس نام دیا جاتا ہے، اسے تعاون سے تعبیر کیا جاتا ہے، جب انسان حق اور باطل کی تمیز کھو دیتا ہے تو وہ شر کو خیر اور خیر کو شر سمجھنے لگتا ہے، جیسے فاحشہ عورت فحش کاری کو تعاون کا نام دیتی ہے، کہ وہ اس فحش عمل سے مردوں کی شہوت پوری کرنے میں ان کی مدد کرتی ہے اور انہیں لذت مہیا کرتی ہے نعوذ باللہ۔

حلالہ سنگین جرم ہے وہ ہوس پرستی اور ایک جاہلی عمل ہے نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں ایک عورت سے شادی اس لئے کرتا ہوں کہ وہ اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے، حالانکہ اس نے مجھ سے نہیں کہا ہے اور نہ ہی اسے اس بات کا علم ہے؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرگز نہیں، ہاں اگر رغبت وخوشی سے نکاح کرتا ہے، اگر پسند آجائے تو رکھ لے اور ناپسند ہو تو چھوڑ دے تو ٹھیک ہے، اور فرمایا: کہ ہم اسے رسول اکرم ﷺ کے دور میں زنا شمار کرتے تھے، دونوں زانی ہیں' چاہے وہ بیس سال ایک ساتھ رہیں۔[مستدرک حاکم وقال صحیح الإسناد ولم یخرجاہ، طبرانی فی الأوسط، والبیہقی]

حلالہ کرنے اور کروانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔[سنن ابوداؤد وسنن ترمذی صححہ الإمام الألبانی]

حلالہ کرنے والا کرایہ کا سانڈ ہے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو کرایہ کے سانڈ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ لوگوں نے کہا: ضرور آپ ﷺ نے فرمایا: حلالہ کرنے اور حلالہ کرانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔[سنن ابن

ماجه، صححه الإمام الألبانی]

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے حلالہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں، ہاں اگر وہ رغبت وخوشی سے نکاح کرے، نہ کہ چھپ چھپا کر اور کتاب اللہ کا مذاق اڑا کر، پھر اس سے مزہ اڑائے۔[طبرانی]

مصنف عبد الرزاق میں ہے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا: اللہ کی قسم، اگر میرے پاس حلالہ کرنے اور کروانے لائے گئے تو میں دونوں کو رجم کردوں گا۔

محترم قارئین!

حلالہ کی سنگینی اور اس کی حرمت کے لئے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ انسانی فطرت کے خلاف ہے ہر وہ شخص جو صحیح فطرت پر قائم ہے وہ اسے حرام وناجائز سمجھتا ہے، میرے پاس لوگ آتے ہیں اور جب اپنے ملاؤں کے فتووں کے مطابق حلالہ کی بات کرتے ہیں تو میں ان سے پوچھتا ہوں کیا آپ کی فطرت اس چیز کو گوارہ کرتی ہے؟ وہ فورا کہتے ہیں نہیں، پھر میں کہتا ہوں جب یہ فطرت کے خلاف ہے تو کیا اسلام میں اس کی اجازت ہوسکتی ہے؟ وہ فورا جواب دیتے ہیں نہیں ہرگز نہیں، اور الحمد للہ اب تک ہم نے کئی لوگوں کو اس خبیث عمل سے بچایا ہے۔

حلالہ اسلام کی بدنامی کا بہت بڑا ذریعہ اور سبب بھی ہے علامہ محمد رشید رضا مصری نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں میں لبنان گیا تو وہاں ایک نومسلم نصرانی سے میری ملاقات ہوئی، اس نے مجھ سے کہا اسلام میں ایک چیز ہے جو مجھے اچھی نہیں لگتی ہے؟ تو میں نے کہا وہ کون سی چیز ہے جو تمہیں اچھی نہیں لگتی اور اسلام میں اس کا حکم ہے؟ اس نے کہا حلالہ، میں نے کہا حلالہ کا اسلام سے کوئی تعلق ہے ہی نہیں یہ ناجائز وحرام عمل ہے، نبی ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات کے خلاف ہے، ہمارے نبی ﷺ نے حلالہ کرنے اور کروانے والے دونوں پر لعنت بھیجی ہے، جب اس نے یہ بات سنی تو کہنے لگا میرا ابھی دل یہی کہتا تھا کہ اسلام پاک اور سچا دین ہے اس میں اس خبیث عمل کی گنجائش نہیں ہوسکتی ہے۔

قارئین کرام!

حلالہ کی نیت سے نکاح ہوتا ہی نہیں ہے وہ ایک باطل اور فاسد نکاح ہے تو پھر ایسی عورت پہلے شوہر کے لئے کیسے حلال ہوگی؟ یہ بہت ہی اہم پہلو ہے جس پر مفتیان حلالہ کو سنجیدگی کے ساتھ غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ جب پہلے شوہر کے لئے حلال کی نیت سے شادی کرنے سے نکاح ہی نہیں ہوتا ہے تو پھر پہلے شوہر کے لئے وہ عورت کیسے حلال ہوسکتی ہے؟ آپ حضرات نے اس سے متعلق اوپر کچھ نصوص کا مطالعہ کیا اب آیئے اس سے متعلق مستند علماء کے کچھ فتوے پڑھ لیجئے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حلالہ کرنے کی شرط پر نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حلالہ حرام و باطل ہے وہ حلال کا فائدہ نہیں دیتا اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیتا ہے تو اس کی بیوی اس پر اس وقت تک حرام رہتی ہے جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے جیسا کہ اللہ نے قرآن کریم میں اور نبی ﷺ نے سنت میں بیان کیا ہے، اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے، جب آدمی اس نیت سے شادی کرے کہ اسے طلاق دے کر پہلے شوہر کے لئے حلال کردے گا تو یہ نکاح حرام اور باطل ہے، چاہے بعد میں رکھنے کی اس کی نیت ہی کیوں نہ ہوجائے، یا نہ رکھ کر اسے جدا ہی کیوں نہ کردے، خواہ نکاح کے وقت یہ شرط رکھی گئی ہو یا نکاح سے قبل، یا کوئی شرط ہی نہ رکھی گئی ہو یا ان سب میں سے کوئی بھی چیز نہ ہو، جب آدمی کا ارادہ یہ ہے کہ اس سے شادی کرکے اسے طلاق دے دے گا تا کہ تین طلاق دینے والے شوہر کے لئے حلال ہوجائے، خواہ عورت کو یا اس کے ولی کو یا تین طلاق دینے والے شوہر کو اس کے بارے میں معلوم ہو یا نہ ہو خواہ، حلالہ کرنے والا یہ سمجھتا ہو کہ اس نے عورت کو پہلے شوہر کی طرف لوٹا کر خیر اور معروف کا کام کیا ہے اور میاں بیوی اور ان کی اولاد و قرابت داروں کو نقصان سے بچایا ہے۔ ان تمام صورتوں میں تین طلاق دینے والے پہلے شوہر کے لئے عورت حلال نہیں ہوگی جب تک کہ اس عورت سے کوئی ایسا آدمی نکاح نہ کرے جو اس کے ساتھ زندگی گزارنے کی رغبت رکھتا ہو، نکاح چھپ چھپا کر نہ کیا ہو اور نہ ہی کچھ چھپایا ہو، پھر وہ اس کے ساتھ ہمبستری کرے اور دونوں ایک دوسرے کے مزہ کو چکھ لیں، پھر جب ان دونوں کے درمیان (شوہر کی) موت سے یا طلاق یا فسخ سے جدائی ہوجائے تب جاکر وہ پہلے شوہر کے لئے (عدت گزر جانے کے بعد) حلال ہوگی اسی پر کتاب وسنت کی دلیل ہے یہی صحابہ، عام تابعین وفقہاء اسلام سے ماثور ومنقول ہے''۔

[اقامة الدليل على ابطال التحليل]

شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حلالہ باطل قبیح اور فاسد عمل میں سے ہے، ایسا کرنے والا ایک طرح کا زانی ہے کیونکہ اس نے شادی بیوی رکھنے اور حصول اولاد کے لئے نہیں کیا اور نہ ہی عفت و پاکدامنی کی خاطر کیا، وہ ادھار سانڈ بن کر آیا ہے تا کہ اس سے ایک بار ہمبستری کرلے اور اس کے شوہر کے لئے حلال کردے، پھر اسے چھوڑ دے اور معاملہ ختم ہوجائے، یہی حلالہ کرنے والا ہے یہ شرعی نکاح نہیں ہے، اور جب اس نے اسی نیت سے شادی کی ہے تو وہ پہلے شوہر کے لئے بھی حلال نہیں ہوگی، یہ فاسد نکاح ہے، یہ عورت نہ اس کے لئے حلال ہے اور نہ وہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی، کیونکہ یہ نکاح ہے ہی نہیں، اللہ نے یہ فرمایا ہے **حتى تنكح زوجا غيره** (یعنی کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرلے) یہ ادھار سانڈ ہے یہ شرعی شوہر نہیں ہے لہذا وہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہی نہیں ہوگی''۔ (نور علی الدرب)

محترم قارئین: درج ذیل مختصر خاکہ سے بھی بدنام زمانہ حلالہ کی سنگینی اوراس کی تباہ کاری کا اندازہ ہوتا ہے۔

م	شرعی نکاح	حلالہ (ہوس پرستی کا دوسرا نام)
۱	نبی اکرم ﷺ انبیاء کرام اور اسلام کا طریقہ انتہائی محبوب وپاکیزہ عمل	جاہلی ولعنتی عمل جسے اسلام نے ختم کیا
۲	زندگی بھر رفاقت کی نیت ہوتی ہے	ایک دوراتوں کے بعد طلاق کی نیت ہوتی ہے
۳	مقصدِ نکاح' اولاد کا حصول ہوتا ہے	یہاں دوسرے مرد کے لئے عورت کو حلال کرنا ہوتا ہے
۴	نکاح میں عورت کی اجازت ہوتی ہے	نہ اجازت لی جاتی ہے اور نہ ہی عورت اس سے راضی ہوتی ہے
۵	دین' مال' حسب ونسب سب دیکھا جاتا ہے کافی تحقیق کی جاتی ہے	کوئی چیز نہیں دیکھی جاتی نہ کوئی تحقیق کی جاتی ہے
۶	مہر ہوتا ہے	نہ مہر طے ہوتا ہے نہ ادا کیا جاتا ہے
۷	اعلان ہوتا ہے	خفیہ رکھا جاتا ہے کسی کو کان وکان خبر نہیں ہوتی
۸	خوشی سے ولیمہ ہوتا ہے	غمی پائی جاتی ہے ولیمہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا
۹	عزت ووقار کے ساتھ عورت کی رخصتی ہوتی ہے	عورت خود چل کر یا اسے گھسیٹ کر محلل (سانڈ) کے پاس لے جایا جاتا ہے
۱۰	عورت کی زیبائش کی جاتی ہے نئے کپڑے پہنائے جاتے ہیں	پھٹے پرانے گندے کپڑے ہی میں اسے بھیج دیا جاتا ہے
۱۱	یہاں دعائیں دی جاتی ہیں	یہاں لعنت وملامت ہوتی ہے
۱۲	نان ونفقہ شوہر کے ذمہ ہوتا ہے	یہاں حلال کرنے والا سانڈ معاوضہ وفیس لیتا ہے
۱۳	پورا خاندان خوشی ومسرت سے سرشار ہوتا ہے	یہاں نفرت وحقارت ہوتی ہے
۱۴	میاں بیوی دونوں کو سکون ملتا ہے دونوں ایک دوسرے کے لئے لباس ہوتے ہیں	سکون کی کوئی چیز نہیں ہوتی اور لباس بننے کے بجائے ہوس پوری کی جاتی ہے

یہ کچھ اہم فرق ہیں جن سے نکاح شرعی جو اللہ کا بنایا ہوا پاک نظام ہے اس کے اور حلالہ جو ہوس کی بنیاد پر بنایا ہوا انسان کا نظام ہے فرق واضح ہوتا ہے ۔ اللہ تعالی امت مسلمہ کی عزت وآبرو کی حفاظت فرمائے۔ اور کتاب وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق دے۔ آمین۔

ماہ محرم کی شرعی حیثیت

شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی (داعی و باحث صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)

ماہ محرم ہجری سال کا پہلا مہینہ ہے، اسی سے اسلامی سال کا آغاز ہوتا ہے، یہ حرمت وتقدس والے چار مہینوں میں سے ایک ہے، جس کی حرمت وعظمت کا پاس ولحاظ رکھنا، اس سے متعلقہ احکام پر عمل کرنا اور ان میں خصوصیت کے ساتھ ہر قسم کی شرکیات، بدعات وخرافات اور محرمات ومنکرات سے اجتناب واحتراز کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ آئیے کتاب وسنت کی روشنی میں اس مہینہ کی شرعی حیثیت کا سرسری جائزہ لیں۔

اللہ کے یہاں مہینوں کی تعداد بارہ ہے جن میں چار حرمت والے ہیں: محرم، رجب، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ، ارشاد باری ہے:

(إِنَّ عِدَّةَ ٱلشُّهُورِ عِندَ ٱللَّهِ ٱثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِى كِتَٰبِ ٱللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ مِنْهَآ أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا۟ فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ)[التوبۃ:۳۶]۔

مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے، اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے اس میں سے چار حرمت وادب کے ہیں۔ یہی درست دین ہے، تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو القَعْدَةِ وَذُو الحِجَّةِ وَالمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ، الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ“ (بخاری: ۳۱۹۷، ومسلم: ۱۶۷۹)۔

”سال میں بارہ مہینے ہیں، ان میں سے چار حرمت والے ہیں، تین مسلسل ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم، اور چوتھا مضر والوں کا رجب ہے، جو جمادی اور شعبان کے درمیان آتا ہے“۔

قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”حرام مہینوں میں ظلم وزیادتی دیگر مہینوں کے بالمقابل بہت بڑی اور سنگین ہوتی ہے، حالانکہ ظلم تو ہر حال میں سنگین ہی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے جس معاملہ کو چاہتا ہے عظمت والا بناتا ہے“۔ (تفسیر طبری: 14/ 238/ 16698)

علامہ عبد الرحمن بن ناصر سعدی فرماتے ہیں: انہیں حرمت والا اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کی حرمت وعظمت زیادہ ہے اور ان میں قتال حرام ہے۔ (تیسیر الکریم الرحمن ص: ۳۳۶)

حتی کہ احمد ابراہیم الشریف لکھتے ہیں:

”وكان الرجل لو لقي قاتل أبيه في الشهر الحرام أو في الحرم لم يتعرض له“۔ (مكة والمدينة في الجاهلية وعهد الرسول ﷺ، ص۱۶۲، نیز دیکھئے: أسواق العرب في الجاهلية والاسلام، ازسعید بن محمد افغانی، ص:۷۰)

”آدمی کو اگر حرام مہینہ یا حرم میں اپنے باپ کا قاتل بھی مل

جاتا تو اس سے تعرض نہیں کرتا''۔

ماہ محرم کے فضائل واحکام:

ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"وَأَفْضَلُ الْأَشْهُرِ شَهْرُ اللهِ الَّذِي تَدْعُونَهُ الْمُحَرَّمَ"۔(السنن الکبری للنسائی: ۴/۲۳۳، حدیث: ۴۲۰۲ نیز دیکھئے: جامع المسانید: ۱۶/۱۱۴، حدیث ۱۲۲۷۱، ومسند احمد: ۵/۳۵/۴۴۰، والتاریخ الکبیر للبخاری: ۲/۴۵/۵/۱۶۳۵)

سب سے افضل مہینہ اللہ کا وہ مہینہ جسے تم محرم کہتے ہو۔

حافظ ابن رجب فرماتے ہیں: یہ مطلق حدیث رمضان کے بعد پر محمول ہے۔(لطائف المعارف، ص: ۳۴)

ماہ محرم کے روزوں کی فضیلت:

اس ماہ کے روزہ کی فضیلت یہ ہے کہ اس کا روزہ ماہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"أَفْضَلُ الصَّلَاةِ، بَعْدَ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ، الصَّلَاةُ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، وَأَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ، صِيَامُ شَهْرِ اللهِ الْمُحَرَّمِ"(صحیح مسلم: ۲/۸۲۱، حدیث ۱۱۶۳)

فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز (قیام اللیل) ہے، اور رمضان کے بعد سب سے فضیلت والا روزہ اللہ کے مہینے محرم کا ہے۔

یوم عاشوراء کا روزہ اور اس کی حکمت:

اس مہینہ کی ایک خاص فضیلت یہ ہے کہ اس میں یوم عاشوراء ہے جس میں حق کو باطل پر فتح مبین حاصل ہوئی تھی، یعنی موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کو نجات ملی تھی اور فرعون اور فرعونیوں کو اللہ نے غرقاب کر دیا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا، پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' لوگوں نے کہا: یہ بڑا اچھا دن ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمنوں سے نجات عطا فرمائی تھی، لہٰذا موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہم موسیٰ علیہ السلام کے تم سے زیادہ حقدار ہیں'' چنانچہ آپ نے خود روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔(صحیح البخاری: ۳/۴۴، حدیث: ۲۰۰۴)

اور صحیحین کی دوسری روایت میں ہے:

کہ انہوں نے کہا: یہ بڑا عظمت والا دن ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی تھی اور آل فرعون کو غرقاب کر دیا تھا، لہٰذا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے شکریہ میں روزہ رکھا تھا۔(صحیح البخاری: ۴/۱۵۳، حدیث ۳۳۹۷)، وصحیح مسلم: ۲/۷۹۶، حدیث ۱۱۳۰)

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس میں روزہ کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی روزہ کے دن کی جستجو کرتے ہوئے نہیں جسے آپ نے دوسرے دن پر فضیلت دی ہو، سوائے اس دن یعنی یوم عاشوراء کے، اور اس مہینہ یعنی ماہ رمضان کے۔ (صحیح البخاری: ۳/۴۴، حدیث ۲۰۰۶)

یوم عاشوراء کی تاریخ:

صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جاہلیت میں قریش کے لوگ عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسلام سے قبل یہ روزہ رکھتے تھے، مدینہ آئے تو بھی یہ سلسلہ جاری رہا، البتہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد عاشوراء کا روزہ ترک کر دیا، لہٰذا جو چاہے رکھے جو چاہے نہ رکھے۔(بخاری: ۳/۴۴، حدیث ۲۰۰۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت ہی سے یہ دن اور اس کا تقدس عربوں کے یہاں معروف تھا، نیز ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا یوم عاشوراء کے بارے میں فرماتی ہیں:

”كَانُوا يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ قَبْلَ أَنْ يُفْرَضَ رَمَضَانُ، وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيهِ الكَعْبَةُ“۔(صحیح بخاری: ۱۴۸/۲، حدیث ۱۵۹۲)

رمضان کی فرضیت سے پہلے لوگ عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے، اور یہی وہ دن تھا جس دن خانۂ کعبہ کو غلاف پہنایا جاتا تھا۔

صوم عاشوراء کا حکم:

اہل علم کے صحیح قول کے مطابق ہجرت کے بعد شروع میں صوم عاشوراء واجب تھا، کیونکہ عاشوراء کے روزہ کا حکم متعدد احادیث میں ثابت ہے۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ نبی کریم ﷺ نے قبیلۂ اسلم کے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کردے: کہ جس نے کھانا کھالیا ہے وہ بقیہ دن روزہ رکھے اور جو نہیں کھایا ہے وہ نہ کھائے، بلکہ روزہ رکھے، کیونکہ آج عاشوراء کا دن ہے۔(...... ۴۴/۳، حدیث ۲۰۰۷)۔

لیکن صوم عاشوراء کا یہ وجوب ایک ہی سال رہا، یعنی سنہ دو ہجری کے آغاز میں، پھر اسی سال رمضان کے روزوں کی فرضیت ہوگئی تو اس کا وجوب منسوخ ہوگیا، صرف استحبابی حیثیت باقی رہی، جیسا کہ متعدد روایات سے واضح ہے۔

عاشوراء کے روزہ کی فضیلت:

۱۔ایک سال کے صغیرہ گناہوں کو مٹادیتا ہے:

صحیح مسلم میں ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”أن رسول الله ﷺ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ؟ فَقَالَ: ”يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ“۔(صحیح مسلم: ۸۱۹/۲ حدیث ۱۱۶۲)

کہ رسول اللہ ﷺ سے یوم عاشوراء کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا؟ تو فرمایا: وہ پچھلے ایک سال کے گناہوں کو مٹادیتا ہے۔

واضح رہے کہ فضیلت کی ان احادیث سے صرف صغیرہ گناہوں کی معافی ہوتی ہے، کبیرہ کی نہیں، جیسا کہ دلائل کی روشنی میں اہل سنت و جماعت کا موقف ہے، کیونکہ حدیثوں میں کبیرہ گناہ سے اجتناب کی شرط لگائی گئی ہے: جیسا کہ ”مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ“ (تا آنکہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ ہو) (مسلم: ۲۰۹/۱، حدیث ۲۳۳، وحدیث ۲۲۸)

۲۔ نبی کریم ﷺ نے اس کا روزہ رکھا اور لوگوں کو رکھنے کی ترغیب دی، جیسا کہ متعدد احادیث میں ثابت ہے۔

۳۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس روزہ کا اہتمام کرتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی رکھواتے تھے۔(صحیح مسلم: ۷۹۸/۲، حدیث ۱۱۳۶)

۴۔ یہ روزہ موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے مومن ساتھیوں کی نجات جیسی اللہ کی نعمت کے شکر یہ میں ہے جسے نبی کریم ﷺ نے احقیت واولویت کی بنیاد پر اپنی سنت قرار دیا ہے۔

صوم عاشوراء کے آداب ومراتب:

۱۔ مستحب یہ ہے کہ دسویں کے ساتھ نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھا جائے، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کا حکم دیا، تو لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہود ونصاریٰ اس دن کی بڑی تعظیم کرتے ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان شاء اللہ ہم نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھیں گے“ فرماتے ہیں: لیکن آئندہ سال سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کی وفات

ہوگئی۔(صحیح مسلم: ۲/۷۹۷، حدیث ۱۱۳۴)

معلوم ہوا کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرتے ہوئے دسویں کے ساتھ نویں کا روزہ رکھنا بھی مشروع ہے۔

۲۔ اسی طرح مخالفت کی دوسری شکل یہ ہے کہ دسویں کے ساتھ گیارہویں تاریخ کا روزہ جائے، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"صُومُوا يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَخَالِفُوا فِيهِ الْيَهُودَ، صُومُوا قَبْلَهُ يَوْمًا، أَوْ بَعْدَهُ يَوْمًا"(مسند احمد طبع الرسالہ: ۴/۵۲، حدیث ۲۱۵۴، وسنن کبری بیہقی حدیث: ۸۴۰۶، و شعب الایمان: ۳۵۱۱، وصحیح ابن خزیمہ حدیث: ۲۰۹۵۔ اس حدیث کی تصحیح وتضعیف میں اہل علم کا اختلاف ہے، علامہ البانی اور مسند کے محققین نے ضعیف قرار دیا ہے، جبکہ مسند احمد کے محقق اور شارح علامہ احمد شاکر نے حسن قرار دیا ہے، (دیکھئے: مسند احمد طبعہ احمد شاکر: ۲/۵۴۶، حدیث ۲۱۵۴)، نیز علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن ابی لیلیٰ کے سوء حفظ کے سبب اس (مرفوع) کی سند ضعیف ہے، جبکہ عطاء نے ابن عباس سے موقوفاً روایت کیا ہے' اور اس کی سند طحاوی اور بیہقی کے یہاں صحیح ہے۔ دیکھئے: ابن خزیمہ: ۳/۲۹۰/۲۰۹۵)

یوم عاشوراء کا روزہ رکھو، اور اس میں یہودیوں کی مخالفت کرو، اس کے پہلے ایک دن روزہ رکھو، یا اس کے بعد ایک دن روزہ رکھو۔

۳۔ مخالفت کی ایک تیسری شکل یہ ہے کہ دسویں کے ساتھ نویں اور گیارہویں دونوں تاریخوں کا روزہ رکھا جائے، جیسا کہ مذکورہ حدیث کی بعض روایتوں میں "اَوْ" (یا) کے بجائے "وَ" (اور) کا لفظ ہے، یعنی ایک دن پہلے اور ایک دن بعد کا روزہ رکھو۔ (اسے تنہا ابن ابی لیلیٰ نے روایت نہیں کیا ہے، بلکہ صالح بن ابو صالح بن حی نے ان کی متابعت کی ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، لہٰذا روایت قابل عمل ہے۔(دیکھئے: إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة ۳/۸۱/۲۲۲۵)

اس طرح صوم عاشوراء کے تین مراتب ہوئے: نویں ودسویں، دسویں و گیارہویں، اور نویں، دسویں اور گیارہویں، البتہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ افضل مرتبہ پہلا ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تمنا فرمائی تھی، اور زیادہ تر حدیثیں اسی بارے میں ہیں، واللہ اعلم۔

البتہ امام ابن القیم فرماتے ہیں: اکمل ترین مرتبہ نویں، دسویں اور گیاریں کا ہے، اس کے بعد نویں دسویں کا، اور اس کے بعد صرف دسویں کا، رہا صرف نویں کا روزہ تو یہ احادیث وآثار کی کم فہمی کی دلیل ہے۔(دیکھئے: زاد المعاد: ۲/۷۲)

ماہ محرم کے بدعات ومنکرات:

شریعت اسلامیہ میں ماہ محرم کا مذکورہ باتوں کے سوا کسی چیز سے کوئی تعلق نہیں، مگر افسوس کہ امت میں اہل بیت رسول سے محبت کے جھوٹے دعویدار روافض، اور ان کے خلاف عداوت کی دیوار کھڑی کرنے والے نواصب اور باطل پرستوں کے پروپیگنڈوں اور جہالت و لاعلمی کے سبب بدعات وخرافات کا اس قدر طوفان بپا ہوا کہ سنت وحقیقت کھو کر رہ گئی اور بدعات ومنکرات نے ان کی جگہ لے لی، اِلا من رحم اللہ۔ اس موقع پر ہونے والی کچھ بدعات ومنکرات حسب ذیل ہیں:

۱۔ غم واندوہ اور نوحہ وماتم کی بدعت (روافض)۔

۲۔ اجلاء صحابہ وصحابیات پر لعن طعن اور تبراء کے ذریعہ حرمتوں کی پامالی۔

۳۔ یزید پر لعنت بھیجنے کی بدعت۔

۴۔ فرحت ومسرت اور خوشی کی بدعت (نواصب)۔

ماہِ صفراور توہم پرستی

ابوتحسین پرویز عالم عطاء اللہ رحمانی مدنی (کلیہ عائشہ للبنات گوونڈی ممبئی)

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ اسلام نے اپنی آمد کے ساتھ ہی عقائد کی خرابیوں میں مبتلا انسانوں کو صاف ستھرا عقیدہ عطا کیا۔ غیر اللہ کے خیر وشر اور نفع ونقصان کے مالک ہونے کی تردید فرمائی، کفر وشرک اور توہمات کی دلدل میں پھنسی انسانیت کو واضح اور مثالی تعلیمات سے نوازا اور عقیدہ توحید کی عظمت کو دل ودماغ میں جاگزیں کیا۔ تمام دنیاوی بدعات، خرافات وتوہمات سے ہٹا کر انسانوں کا رشتہ اللہ کی ذات سے جوڑا۔ اسلام کے آنے سے پہلے لوگ مختلف قسم کی بدعقیدگیوں اور طرح طرح کی خرافات میں مبتلا تھے۔ بدشگونی لینا، پرندوں کے ذریعے فال نکالنا، پتھروں اور دیگر چیزوں سے فائدہ ونقصان کو منسوب کرنا، ستاروں کو دیکھ کر اچھائی اور برائی کے فیصلے کرنا، جانوروں کے سامنے سے گذر جانے اور پرندوں کے راتوں میں آواز نکالنے پر بدگمان ہونا، اس طرح کی بے شمار خرابیاں عہد جاہلیت کے عرب معاشرے میں پائی جاتی تھیں۔ اسلام نے ان سب لایعنی باتوں، توہمات اور خرافات کا قلع قمع کیا نیز ایسی مثالی تعلیمات انسانوں کو عطا کیں جس میں کسی بھی قسم کی بدگمانی اور وہم وبدشگونی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔

محترم قارئین!

اسلام سے پہلے کی ایسی ہی بدگمانیوں اور توہّمات میں سے جاہلیت کی ایک بدگمانی ماہِ صفر کے متعلق بہت ساری توہمانہ باتوں کو منسوب کرنا تھا، وہ مختلف وجوہ سے اسے منحوس سمجھتے تھے۔ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی بہت سے مسلمان ماہ صفر سے متعلق بدعقیدگی وتوہم پرستی کا شکار ہیں، وہ اپنے ذہنوں میں مختلف باطل خیالات وفرسودہ نظریات بٹھائے ہوئے ہیں اور جیسے ہی یہ مہینہ شروع ہوتا ہے، ان کی جانب سے اس مہینے کے حوالے سے طرح طرح کی غلط فہمیوں پر مشتمل پیغامات پھیلائے جاتے ہیں، ان باطل نظریات وخیالات میں سے چند درج ذیل ہیں:

1۔ ماہ صفر کو منحوس سمجھنا:

صفر اسلامی سال کا دوسرا مہینہ ہے۔ اس مہینے سے متعلق قرآن وسنت میں نہ کوئی خصوصی فضیلت وارد ہوئی ہے، نہ ہی کوئی نحوست بیان ہوئی ہے۔ ماہِ صفر کی حقیقت یہ ہے کہ اس مہینے میں عرب اپنے گھروں کو خالی کر دیتے تھے، کیوں کہ وہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم الحرام میں ان مہینوں کی حرمت کی وجہ سے جنگ اور لڑائی بند رکھتے تھے۔ چونکہ یہ تینوں مہینے ایک ساتھ ہوتے ہیں، اس لئے ان کے گزرتے ہی عرب جنگوں کو فوراً دوبارہ شروع کر دیتے تھے، جنگوں کے لئے وہ گھروں سے نکل جاتے جس سے ان کے مکان خالی ہوجاتے، اس پر عرب کہتے ''صفر المکان'' یعنی مکان خالی ہوگئے، اسی سے اس مہینے کا نام صفر سے موسوم ہوگیا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں نے بہت سی لغو اور بے بنیاد باتوں کو اس مہینے سے منسوب کر رکھا تھا اور وہ اس مہینے کو منحوس سمجھنے لگے اور انہی بدفالوں کی وجہ سے اس مہینے کی تقدیم وتاخیر کے مرتکب بھی ہوئے، ان کی اس غلط حرکت کے ارتکاب کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں اس طرح بیان کیا کہ ''احترام کے کسی مہینے کو ہٹا کر آگے پیچھے کرنا کفر میں بڑھ جانا ہے۔ اس سے کافر

گمراہی میں پڑے رہتے ہیں۔ایک سال تو اسے حلال کرلیتے ہیں اور دوسرے سال حرام، تاکہ احترام کے مہینوں کی، جو اللہ نے مقرر کئے ہیں۔گنتی پوری کرلیں اور جس سے اللہ نے منع کیا ہے اسے جائز کرلیں، اِن کے برے اعمال اِن کو اچھے نظر آتے ہیں اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔''(سورۃ التوبہ:37)

زمانۂ جاہلیت کے اس مذموم عمل کی تردید و مذمت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ''بے شک زمانہ اپنی اصل حالت کی طرف لوٹ آیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق سے پہلے مقدر فرمایا تھا۔سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے،ان میں سے چار مہینے احترام والے ہیں۔تین مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم الحرام مسلسل ہیں جبکہ ایک مہینہ رجب کا ہے، جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔''(بخاری ومسلم)

اسلام سے پہلے اہل عرب صفر کے مہینے کو منحوس تصور کرتے تھے۔آج کل مسلمانوں میں بھی اسلامی تعلیمات کی کمی کی وجہ سے توہم پرستی بہت زیادہ ذہنوں میں راسخ ہوچکی ہے،جس کی وجہ سے لوگ صفر کے مہینے کو منحوس سمجھتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اس توہم پرستی کی سختی سے بیخ کنی اور تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ''صفر کا مہینہ منحوس نہیں ہے۔''(بخاری ومسلم)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: چھوت چھات (بیماری کا دوسرے سے لگنے کا وہم) اور اُلو (کو منحوس سمجھنے) اور صفر (کے مہینہ کو منحوس سمجھنے) کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔(صحيح بخاري: بابُ لاَ صَفَرَ، وَهُوَ دَاءٌ يَأْخُذُ الْبَطْن، رقم الحديث:5717)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے بڑے واضح انداز میں توہم پرستی، چھوت چھات اور صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنے کی نفی فرمائی ہے، لہٰذا کسی وقت اور زمانے میں کوئی نحوست اور برائی نہیں ہے۔

بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے تکلیف پہنچاتا ہے، زمانے کو برا بھلا کہتا ہے، حالانکہ میں ہی زمانہ کا پیدا کرنے والا ہوں، میرے ہی ہاتھ میں تمام کام ہیں، میں جس طرح چاہتا ہوں رات اور دن کو پھیرتا رہتا ہوں۔(صحیح بخاری: رقم الحدیث:7491،صحیح مسلم: رقم الحدیث:5863)

اسلامی بھائیو!

پتہ چلا کہ نحوست کی اصل وجہ زمانہ وغیرہ نہیں ہے، لہٰذا نہ کوئی دن منحوس ہے اور نہ کوئی مہینہ، بلکہ نحوست کی اصل وجہ انسان کے اپنے برے اعمال ہیں، جیسا کہ سورۃ الشوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

جو مصیبت بھی تم پر پڑتی ہے، وہ تمہارے کئے ہوئے اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے۔(سورۃ الشوریٰ: آیت نمبر:30)

نیز ہمیں یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ ماہ صفر دیگر ایام و ماہ کی طرح ہے، نہ اس میں نحوست ہے اور نہ اس کی فضیلت سے متعلق کوئی روایت وارد ہے، اگر ماہ صفر منحوس ہوتا تو اس ماہ میں نبی کریم ﷺ مختلف جنگی محاذ پر نہ جاتے، اگر لہٰذا تاریخ کے اوراق اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ جہاں ایک طرف اس ماہ میں مسلمانوں کو کئی بشارتیں ہوئیں تو وہیں دوسری طرف کچھ ناخوشگوار و ناقابل فراموش حادثات بھی رونما ہوئے، مدینہ کی طرف ہجرت نبوی اسی ماہ میں ہوا، فتح خیبر، آپ ﷺ کی حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے شادی، عمرو بن العاص، خالد بن ولید، عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا اسلام لانا وغیرہ اسی ماہ میں پیش آیا، وفات سے قبل آپ ﷺ کی بیماری کا آغاز، غزوۂ رجیع اور معرکہ صفین بھی اسی ماہ کے دوران رونما ہوئے، لہٰذا ہمیں اس ماہ کو بھی دیگر ماہ کی طرح ہی سمجھنا چاہیے نیز ماہ نحوست گردانںنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔(مستفاد از شبكة ملتقى الخطباء)

2-تیرہ تیزی:

اس ماہ میں دوسرا توہم "تیرہ تیزی" ہے چنانچہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ماہ صفر کے ابتدائی تیرہ دن نہایت منحوس، سخت اور برے ہیں اوران دنوں کو" تیرہ تیزی" کہا جاتا ہے۔

اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ان دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت بیمار ہوگئے تھے، یہ بیماری اس مہینہ کی نحوست کے سبب تھی۔

تیرہ تیزی کے عقیدے کی شرعی حیثیت:

تیرہ تیزی عقیدے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفر کے شروع میں تیرہ دن بیمار رہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفر کے ابتدائی تیرہ دن بیمار رہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرض الوفات میں تیرہ دن تو بیمار رہے، مگر یہ تیرہ دن کون سے تھے؟

اس بارے میں دو اقوال ہیں:

ایک یہ کہ صفر کے آخری اور ربیع الاول کے شروع میں بیمار ہوکر وفات پا گئے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آپ ربیع الاول ہی کے شروع میں بیمار ہوکر وفات پا گئے۔

ان دونوں اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ تاریخی اعتبار سے یہ بات صحیح نہیں ہے کہ آپ صفر کے شروع میں تیرہ دن بیمار رہے؛ بلکہ صحیح یہ ہے کہ آپ کی بیماری صفر کے آخری دنوں میں شروع ہوئی اور ربیع الاول میں جا کر ختم ہوئی۔

اب غور فرمائیے کہ جب تیرہ تیزی بدعت کی بنیاد ہی غلط ہوگئی، تو اس پر جو عقیدہ وعمل قائم کیا گیا ہے، وہ کیسے درست ہوسکتا ہے؟

لہٰذا یہ ایک باطل خیال ہے، جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔

3-صفر میں شادی اور خوشی کی تقریبات منعقد نہ کرنا:

بعض لوگ صفر کے مہینے میں شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات منعقد نہیں کرتے، وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ صفر میں کی ہوئی شادی صِفر (زیرو) اور ناکام ہوجاتی ہے اور ربیع الاول کے مہینہ سے اپنی تقریبات شروع کرتے ہیں، اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ صفر کے مہینے کو نامبارک اور منحوس سمجھا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ شریعت میں سال کے بارہ مہینوں اور دنوں میں کوئی مہینہ یا دن ایسا نہیں جس میں نکاح کی تقریب مکروہ اور ناپسندیدہ ہو یا اس میں نکاح منحوس اور شادی ناکام ہوجاتی ہو۔ لہٰذا اس مہینہ میں بھی نکاح جیسی سنت کو انجام دینا چاہیے، تاکہ ایک باطل اور غلط عقیدہ کی تردید ہو اور صفر میں نکاح کے جائز اور مشروع ہونے جیسے مستحسن عمل کو زندہ کیا جاسکے۔(فتاویٰ اللجنة الدائمة: 258/1)

4-کاروبار کا آغاز نہ کرنا:

اس مہینے کی ایک بدعت یہ ہے کہ لوگ اس ماہ میں کاروبار کا افتتاح اور آغاز نہیں کرتے، اس لیے کہ اگر کاروبار شروع کیا گیا تو وہ کاروبار کبھی بھی کامیاب نہیں ہوگا، اگر ہوگیا تو اس کاروبار میں فائدہ نہیں ہوگا بلکہ نقصان ہی نقصان ہوگا۔ یہ عقیدہ بھی بالکل باطل ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ میں اس ماہ کے تجارت کے لئے نامناسب ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔

5-صفر کا آخری بدھ:

ماہ صفر کے آخری بدھ سے متعلق بھی بہت باطل نظریات و خیالات ہمارے معاشرے میں پائے جاتے ہیں اور یہ آخری بدھ ''سیر بدھ'' کے نام سے مشہور ہے۔ بعض مرد اور عورتیں اِس دن سیر وتفریح کے لیے جاتے ہیں۔ بعض لوگ شرینی اور چُوری تقسیم کرتے ہیں، عمدہ قسم کے کھانے پکانے کا اہتمام کرتے ہیں، اِس دن خوشی وتہوار مناتے ہیں، ان رسومات کی وجہ یہ بیان کی

جاتی ہے کہ صفر کے آخری بدھ کو رسول ﷺ اپنی بیماری سے صحت یاب ہوئے بعدہ آپ غسل صحت فرما کر سیر وتفریح کے لیے تشریف لے گئے تھے، حالانکہ یہ تمام باتیں من گھڑت ہیں، اسلامی اعتبار سے ماہِ صفر کی آخری بدھ کی کوئی خاص اہمیت اَور اِس دن شریعت کی طرف سے کوئی خاص عمل مقرر نہیں ہے البتہ تاریخی روایات سے یہ بات ضرور ثابت ہے کہ ماہ صفر کے آخری بدھ کو رسول اکرم ﷺ کی بیماری بڑھ گئی تھی جس پر یہودِ خیبر نے اس دن خوشیاں منائی اور دعوتیں تیار کی تھیں، لہذا یہ طریقہ بدعت ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

6۔صفر کی مخصوص نماز:

بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ماہ صفر کا آخری بدھ سال کا سب سے منحوس دن ہے، کیونکہ ہر سال ماہ صفر کی آخری بدھ کو تین لاکھ بیس ہزار بلائیں اترتی ہیں اور یہ سال کا سب سے خطرناک دن ہوتا ہے، اس لئے وہ ان بلاؤں سے بچنے کے لئے ماہ صفر کی آخری بدھ کو چاشت کے وقت چار رکعات نفل نماز ایک سلام سے پڑھتے ہیں، ہر رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ، سترہ مرتبہ سورہ کوثر، پندرہ مرتبہ سورۃ اخلاص اور ایک ایک بار معوذتین پڑھتے ہیں، ایسا ہی ہر رکعت میں کرتے ہیں، پھر سلام پھیرتے ہیں اور سلام پھیرنے کے بعد "**الله غالب على امره ولكن اكثر الناس لايعلمون**" تین سو ساٹھ مرتبہ اور جوھرۃ الکمال سے موسوم خود ساختہ درود تین مرتبہ پڑھ کر "**سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين**" پر اپنی دعا ختم کرتے ہیں، پھر فقیروں، مسکینوں میں صدقات وخیرات تقسیم کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو شخص مذکورہ طریقے پر نماز پڑھے گا، اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے اسے اس دن اترنے والی ساری بلاؤں اور آفتوں سے محفوظ فرمائے گا اور مذکورہ آیت پڑھنے کی برکت سے بھی ماہ صفر کی آخری بدھ کو اترنے والی بلائیں اور آفتیں ٹل جائیں گی۔

(حكم نافلة يوم الأربعاء من آخر شهر صفر. السؤال الرابع من الفتوىٰ: رقم: 1619)

اس قسم کی مخصوص طریقوں سے ادا کی جانے والی نمازوں کا حکم:

ان نمازوں کا قرآن وحدیث سے کوئی ثبوت نہیں ہے، سلف صالحین میں سے کسی سے بھی اس طرح کی نفلی نمازیں پڑھنا ثابت نہیں، بلکہ یہ ایک کھلی بدعت ہے اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے کوئی ایسا عمل انجام دیا جس کا حکم ہم سے نہیں ہے تو وہ بدعت ہے" (بخاری ومسلم) نیز" جس نے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی تو وہ قابل قبول نہیں" (مسلم) لہذا جس نے اس طرح کی نماز اور وظائف کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف یا صحابہ میں سے کسی کی طرف کی تو اس نے بہت بڑا بہتان باندھا اور ایسا جھوٹا شخص اللہ کی طرف سے عذاب کا مستحق ہوگا۔ **(فتاویٰ اللجنة الدائمة: 498/2)**

محترم قارئین!

متذکرہ بالا سطور میں ذکر کردہ نصوص سے یہ حقیقت بالکل واضح ہوچکی ہے کہ ماہ صفر میں نحوست و بدشگونی نہیں ہے، اس ماہ کے متعلق لوگوں کی جو توہم پرستی ہے اس کا واحد حل اللہ جل شانہ کی ذات اقدس پر مکمل ایمان وتوکل ہے، کسی شے کے بارے میں بدفالی، نحوست اور توہم پرستی کا نظریہ درحقیقت ایک غیر اسلامی سوچ اور اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی عمل ہے لہٰذا ہمیں اپنی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ مولی کریم ہمیں ایمان وعمل کی دولت سے مالا مال کرے، باطل افکار ونظریات وخیالات اور توہم پرستی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین! تقبل یارب العالمین!

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

عظمت وعدالت کے روشن مینار

شیخ افروز عالم ذکراللہ سلفی،گلری

صحابہ کرام رب کے وفادار، دین کے معیار، اور انسانیت کے حقیقی اقدار، اورفلاح انسانیت کے سب سے بڑے علمبردار تھے،انہیں کی محنتوں سے اسلام کی حقانیت پوری دنیا میں پہونچی، قسم اللہ تعالیٰ کی اگر یہ جماعت نہ ہوتی تو ہم مسلمان نہ ہوتے۔ یہ وہ مقدس گروہ تھا جس نے اپنے محبوب نبی کے ادنیٰ اشارے پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا ،جان ومال، رشتے و تعلقات سب کی قربانی دے کراللہ تعالیٰ سے رضاوخوشنودی کی سرٹیفکیٹ حاصل کرلی، یہی وہ پاکباز طائفہ ہے جن کے سینے مشکاۃ نبوت سے براہ راست روشنی حاصل کرکے انوار رسالت سے جگمگا اٹھے،صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہیں ، نبی کی نصرت و اعانت ،حمایت وتائید کے لیے ان کو چنا گیا، بلال رضی اللہ عنہ کو" سیدنا "ہمارے سردار،اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو" **من اهلنا**" میرے اہل سے ہیں کہہ،کران کوعظمت اوراہمیت دی اورسماج میں دبے کچلے لوگوں کواٹھایااورایسامقام دیاکہ وہ اعلیٰ مقام تک رسائی حاصل کرلیے،جس راہ سے چلے وہ گل وگلزار بن گیا۔تمام شعبہ ہائے زندگی میں قدم رکھ کراس کے اصول و ضوابط متعین کرکے مثالی کارنامہ انجام دیا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صرف ایک دور کے لیے نہیں بلکہ تمام ادوار کے لیے آئینہ اورمشعل راہ ہیں، ان کا معاشرہ حقوق انسانی اور اقلیتوں کے تحفظ، غریبوں، یتیموں، مسکینوں وکمزوروں و ضرورت وحاجت مندوں کی مدد، اور بلاتفریق مذہب وملت سماجی وانسانی خدمات، اورنیکی وبھلائی کی بنیاد پر تھا، وہ سب باعمل مسلمان تھے اور ہمیشہ باعمل مسلمان بننے کی تلقین کرتے تھے، اللہ کے تمام احکامات قرآن کریم، احادیث نبویہ پر عمل کرکے دنیا میں امن و اخوت اور انسانیت کے کاز کو آگے بڑھایا،فروغ انسانیت میں وہ کردارادا کیا کہ ابن الدغنہ جیسے آدمی نے ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: کہ آپ جیسا شخص نہ توخود سے مکہ سے نکل سکتا ہےاورنہ ہی نکالا جاسکتا ہے،حقوق انسانی کی پامالی سے روک کرظلم، لوٹ کھسوٹ، اور خوف وہراس کوختم کرکے دنیا کے سامنے ایسی مثال قائم کی کہ ان کا آئیڈیل معاشرہ آج بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہے، اس کے باوجوداگرکوئی شخص یا گروہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر انگلیاں اٹھائے یاان پرکسی طرح کی کوتاہی کا الزام لگائے تو گویا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت پرانگلی اٹھاتا ہے،ان نفوس قدسیہ نے"**بلغوا عنی ولو آیة**"(صحیح البخاری:3461) کو اپنا مقصدحیات بنایا اور چاردانگ عالم میں تبلیغ دین کی، اور اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ قائم کیا،سماجی زندگی میں ایک دوسرے

کے لیے نمونہ تھے، ان کی معیشت زہد وتقویٰ اور ایمانداری سے عبارت تھی، سیاسات میں ان کے فکر وعمل کا امتیاز یہ تھا کہ آج بھی دنیا ان کے قائم کردہ نظام کی برکتوں کو سراہتی اور یاد کرتی ہے۔ انسانی تاریخ نے آج تک وہ دور نہیں دیکھا کہ خلیفہ وقت خود اپنے ماضی کے سامنے جواب دہی کے لیے کھڑا ہو اور بے باک عدل وانصاف کا سامنا کرے۔

لیکن آج کچھ لوگ مجرمانہ افکار وذہنیت لیکر شوشل میڈیا اور تمام ذرائع ابلاغ کا استعمال کرتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عدالت پر شک کرتے ہیں اور اس شک کی وجہ سے وہ اسلام کی بنیاد کو منہدم وگرانے کی کوشش کرتے ہیں جنہوں نے دین کی اس امانت کو پوری دیانت سے من وعن تابعین تک پہنچایا، جن سے اللہ تعالیٰ راضی وخوش ہوا ان کو مطعون کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لہذا ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخی اور توہین کو برداشت نہ کریں، جن کی تعدیل وتوثیق پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کی عظمت وعدالت واہم صفات کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

1-اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَّقَدْ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنِ ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ ٱلشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ ٱلسَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَٰبَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾ [الفتح:18]

''اللہ تعالیٰ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کرنے والے مومنوں سے راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے باطن کی عدالت وطہارت سے بخوبی واقف ہے، اس نے انہیں اطمینان وسکون نصیب کیا اور عنقریب فتح سے ہمکنار بھی کرے گا''۔

جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہو ان کی تنقیص کرنا کسی صورت میں ممکن نہیں، نہ اپنے دل میں ان کے تئیں شک کا خیال لایا جائے اور نہ شک وشبہ کی نظر سے ان کو دیکھا جائے۔

بیعتِ رضوان میں شامل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تزکیہ کی اہم دلیل ہے:

سیدنا حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

"وكنا ألفا واربع مائة"

اس وقت ہم چودہ سو افراد تھے۔(صحیح البخاری:4154)

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت بیان کی۔ دل کی خبر صرف اللہ ہی دے سکتا ہے اور یہ باطن کی تعدیل ہے۔ تب ہی اللہ تعالیٰ نے ان سے راضی ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ یہ اللہ کے ایسے دلارے بندے تھے جن کو ان کے رب نے اسی دنیا میں اپنی رضامندی کی سند عطا فرما دی اور جن کی صداقت کا اعلان بھی کیا **"أولئك هم الصادقون"** یہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبوب جماعت تھی، یہ عظیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم ساتھی تھے، جنہیں خیر القرون اور خیر امت ہونے کا شرف اولین حاصل تھا۔

علامہ ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَمن رَضِى الله عَنهُ تَعَالَى لَا يُمكن مَوته على الْكفْر لِأَن الْعبْرَة بالوفاة على الْإِسْلَام فَلَا يَقع الرِّضَا مِنْهُ تَعَالَى إِلَّا على من علم مَوته على الْإِسْلَام" .''اللہ تعالیٰ جس سے اپنی رضا کا اعلان کردے، وہ کفر پر فوت نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اللہ کی رضا اسی کے لیے ہوگی، جو اللہ کے علم میں اسلام پر فوت ہوگا، کیوں کہ اعتبار خاتمے کا ہوتا ہے''۔(الصواعق المحرقة علی اہل الرفض والضلال والزندقة:605/02)

مزید اس کی تائید نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتی ہے: "**لَا يَدْخُلُ النَّارَ، إِنْ شَاءَ اللهُ، مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ، الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا**" "اللہ نے چاہا تو درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا"۔(صحیح مسلم:2496)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"**فَمن أخبرنَا الله عز وَجل أَنه علم مَا فِي قُلُوبهم رَضِي الله عَنْهُم وَأنزل السكينَة عَلَيْهِم فَلَا يحل لأحد التَّوَقُّف فِي أمرهم وَلَا الشَّك فيهم الْبَتَّةَ**". "اللہ تعالی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی خبر دی، وہ ان سے راضی ہوا اور ان پر تسکین نازل کی، ان کے ایمان میں ذرا برابر شک یا توقف کی گنجائش نہیں"۔(الفصل فی الملل والاھواء والنحل:148/04)

2-اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْۖ تَرَىٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنًاۖ سِيمَاهُمْ فِى وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ ٱلسُّجُودِۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى ٱلتَّوْرَىٰةِۚ وَمَثَلُهُمْ فِى ٱلْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْـَٔهُۥ فَـَٔازَرَهُۥ فَٱسْتَغْلَظَ فَٱسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِۦ يُعْجِبُ ٱلزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ ٱلْكُفَّارَۗ وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًۢا﴾[الفتح:29]

"محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، آپ کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انکار کرنے والوں پر انتہائی سخت (بھاری) لیکن آپس میں بے حد مہربان و رحم دل ہیں۔ آپ انہیں رکوع وسجدہ کی حالت میں اللہ تعالی کا فضل وکرم اور اس کی رضا وخوشنودی کے متلاشی پائیں گے۔ ان کی پیشانیوں پر سجدہ کے نشان ہیں، ان سجدوں کی اثر سے وہ اپنے چہرے سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی مثال تورات وانجیل میں اس کھیتی کی مانند ہے، جو انکھوا نکالا، پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا اور تنہ آور ہو گیا۔ اور کسان کو بھلی وخوش کرنے لگا۔ اللہ تعالی نے اس کے ذریعے کافروں کو غیظ وغضب دلایا ہے۔ اور ایمان والوں اور نیکو کاروں سے مغفرت اور اجر عظیم (بہت بڑے ثواب) کا وعدہ کر رکھا ہے"۔

یہ آیت مبارکہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شامل ہے. جس میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ظاہری و باطنی تزکیہ فرمایا ہے۔

3-اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ رَّضِىَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًاۚ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ﴾[التوبۃ:100]

"ایمان میں سب سے سبقت واولیت حاصل کرنے والے مہاجرین اور انصار اور احسان (اچھی طرح) کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی وخوش ہیں۔ اور اس نے ہمیشہ ہمیش ان کے لیے باغات تیار کر رکھے ہیں، جن کے نیچے نہریں (دریا) بہہ رہی ہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے"۔

جب ہم طبقات صحابہ کی تقسیم کر کے دیکھیں تو اس میں مہاجرین، انصار، اور ان کے متبعین نظر آئیں گے، اور صحابی کی

تعریف ان تینوں پر صادق آتی ہے، مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد بھی ایک بڑی جماعت اسلام لے آئی وہ بھی اس آیت کے ضمن میں داخل ہیں۔

"رضی الله عنهم و رضوا عنه" کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے کہ وہ کس سے راضی ہے، اصحاب رسول کو سند رضا عطا کردی، اسلام کے علاوہ دین پر مرنے والوں اور دین سے مرتد ہونے والوں سے اللہ تعالیٰ راضی وخوش نہیں، اللہ ان لوگوں سے اسی لیے راضی ہوا کیونکہ یہ وہ پاکباز لوگ تھے جنہوں نے انتہائی مشکل حالات میں اسلام کو گلے سے لگایا اور ان کی وفات بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان وصحبت میں ہوئی، ہر شخص جو ان صحابہ کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کرے گا وہ بے اختیار تصدیق کرے گا کہ یہ وہ لوگ تھے جو اول دعوت میں ایمان لائے اور کبھی ان کے چہروں پر کڑواہٹ نظر نہ آئی، جسم میں کوئی کلفت یا ذہن میں کوئی اذیت محسوس نہ کی۔ **"قال الله كذا" "وقال الرسول كذا"** ان کی شناخت بن گئی۔

4-اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾[الحديد:10]

''فتح مکہ سے قبل خرچ اور قتال کرنے والے کے برابر کوئی نہیں ہوسکتا۔ وہ تو فتح مکہ کے بعد خرچ اور قتال کرنے والوں سے کہیں افضل ہیں۔ ہاں جنت کا وعدہ دونوں کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے''۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ المتوفی (۸۵۲ھ) **"الاصابة فى تمييز الصحابة"** میں اندلس کے عظیم امام ابومحمد ابن حزم رحمہ اللہ کا کلام نقل کرتے ہیں کہ:

"قال أبو محمّد بن حزم: الصحابة كلّهم من أهل الجنة قطعا، قال اللّه تعالى: ﴿لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ﴾[الحديد:10]. **وقال تعالى:** ﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ﴾[الانبياء:101]. **فثبت أن الجميع من أهل الجنة، وأنه لا يدخل أحد منهم النار، لأنهم المخاطبون بالآية السابقة".**

علامہ ابو محمد حافظ بن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں: کہ سب صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اہل جنت ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''جس نے فتح مکہ سے پہلے انفاق وقتال کیا، وہ اس کے برابر نہیں جس نے بعد میں انفاق وقتال کیا۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جن لوگوں سے ہماری طرف سے بھلائی کا وعدہ ہو چکا ہے، یہ لوگ آگ سے دور رکھے جائیں گے، پس ثابت ہوا کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اہلِ جنت میں سے ہیں؛ اس لیے کہ آیتِ سابقہ میں وہی (فتح مکہ سے قبل اور بعد والے مومن) مخاطب ہیں۔''

5-اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَّقَد تَّابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِن بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾[التوبة:117]

''اللہ تعالیٰ نے پیغمبر محمد ﷺ اور وہ مہاجرین و انصار کے حال پر توجہ فرمائی جو مشکل اور تنگی کی گھڑی میں آپ کا ساتھ دیا، قریب تھا کہ بعض دل کبیدہ خاطر ہو جاتے (ان کے دلوں میں تزلزل) ہو جاتا، مگر اللہ تعالیٰ نے انتہائی شفقت و مہربانی سے انہیں بھی معاف فرما دیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق اور مہربان ہے''۔

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نیک نیتی اور سچی توبہ کی بنا پر گناہ بخشی فرما دی، کیونکہ توبہ دلی معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ظاہری و باطنی خوبیوں کی توفیق خاص سے نوازا ہے، اس لیے تو ان پر اپنی رضا، ان کی توبہ قبول کرنے اور ان کو جنت کی ضمانت دینے سے آگاہ کیا ہے۔

احادیث نبویہ ﷺ میں موجود دلائل:

1۔سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ بَيْنَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، وَبَيْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ شَيْءٌ فَسَبَّهُ خَالِدٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تَسُبُّوا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِي، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ. (صحیح البخاری:3667 وصحیح مسلم:2541)

''سیدنا خالد بن ولید اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کے مابین تنازع ہوا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو نامناسب جملہ کہہ دیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے کسی بھی صحابی پر طعن و تشنیع مت کریں، آپ کا احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنا ان کے مٹھی بھر جو خرچ کرنے کے اجر کو بھی نہیں پہنچ سکتا''۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عظمت و مقام کو ایسا بیان کیا کہ انہوں نے جو ایک چھٹانک خرچ کیا ہے، اس انفاق کے درجے کو کوئی آدمی نہیں پہنچ سکتا ہے، یہ ایک مثال تھی آپ کی زبانی ورنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایثار و قربانی دیکھیں تو ایک کتاب تیار ہو جائے گی یہ ایک تفصیل طلب موضوع ہے جسے پڑھا جائے اور اپنی زندگیوں سے بخل نکال کر ایثار و ہمدردی کو فروغ دیا جائے۔ اللہ ہمیں اور آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام احمد بن حنبل اور دیگر ائمہ محدثین رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں کہ جس نے بھی رسول اللہ ﷺ کی ایک سال، ایک ماہ یا ایک دن صحبت کا شرف حاصل کیا یا صرف ایمان کی حالت میں دیدار نصیب ہوا، وہ صحابی شمار ہوگا، لیکن مقدار صحبت میں فرق ہو گا۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو صحابہ کے بارے میں طعن سے منع کیا، جبکہ وہ خود بھی صحابی ہیں؟ ہمارا جواب یہ ہوگا کہ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ یہ تو اس وقت آپ ﷺ کے ساتھی تھے، جب سیدنا خالد بن ولید وغیرہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے معاندین میں سے تھے۔ ان سابقین اولین نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور قتال کیا ہے، مگر ہر ایک سے جنت کا وعدہ ہے۔ چونکہ سیدنا عبدالرحمن بن عوف وغیرہ رضی اللہ عنہم کو شرف صحابیت کے ساتھ ساتھ ایک منفرد خوبی بھی حاصل ہے، جس میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور فتح مکہ یعنی صلح حدیبیہ کے بعد قبول اسلام اور قتال کرنے والے شریک نہیں ہیں، لہٰذا ان سے

قبل شرف صحبت حاصل کرنے والوں پر طعن سے منع فرمادیا گیا۔ آپ ﷺ کی صحبت نہ پانے والوں کی نسبت صحبت پانے والوں کے ساتھ ویسے ہی ہے، جیسے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سابقین اولین صحابہ کی ساتھ ہے۔ اسی طرح بعد والوں کی پہلوں کے ساتھ''۔ (الصارم المسلول علی شاتم الرسول ص:576)

2- سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اعمَلُوا مَا شِئْتُمْ، فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ. (صحیح البخاری:3983 وصحیح مسلم:2494) ''کیا آپ جانتے نہیں! اللہ تعالیٰ نے بدریوں پر جھانک کر فرمایا: جو چاہو کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے''۔

اسی طرح عشرہ مبشرہ، خلفاء راشدین کے بارے میں خصوصی طور پر فضیلتیں و منقبتیں وارد ہیں۔

3- سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **خير أمتي قرني، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم، قال عمران : فلا أدري أذكر بعد قرنه قرنين أو ثلاثا؟** (صحیح البخاری:3650، صحیح مسلم: 5253) ''میرے امت کے بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں، پھر بعد والے، پھر ان کے بعد والے۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے یہ ازبر نہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے زمانے کے دو زمانوں کا ذکر فرمایا یا تین کا''۔

صحابہ کرام کا خیر القرون ہونا اور اس امت کے لیے امن وامان ہونا، ایک طبعی حقیقت ہے۔ یوں امت کے لیے ان کی اقتدا واجب ہے، بل کہ جنت کا یہی واحد راستہ ہے۔ جیسا کہ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عليكم بسنتي وسنة الخلفاء المهديين الراشدين. (مسند احمد:17412، سنن الترمذی:2676، سنن ابن ماجۃ:43، وسندہ صحیحٌ)

''میرے اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو اختیار کریں''۔

4- سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **النُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ، فَإِذَا ذَهبَتِ النُّجُومُ أَتَى السَّمَاءُ مَا تُوعَدُ، وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِي، فَإِذَا ذَهبْتُ أَتَى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ، وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي، فَإِذَا ذَهبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ.** (صحیح مسلم:2531) ''ستارے آسمان کی امان ہیں، جب یہ جھڑ جائیں گے، تو آسمان تباہ ہو جائے گا۔ میں آپ کی امان ہوں، میرے جانے کے بعد آپ فتنوں سے دوچار ہو جائیں گے اور میرے صحابہ میری امت کے لیے امان ہیں، یہ فوت ہو گئے، تو میری امت کو فتنے آن لیں گے''۔

5- سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَزَالُونَ بِخَيْرٍ مَا دَامَ فِيكُمْ مَنْ رَآنِي وَصَاحَبَنِي، وَاللَّهِ لَا تَزَالُونَ بِخَيْرٍ مَا دَامَ فِيكُمْ مَنْ رَأَى مَنْ رَآنِي وَصَاحَبَ مَنْ صَاحَبَنِي. (مصنف ابن أبی شیبۃ: ح:32417، السنۃ لابن ابی عاصم:630/02، وسندہ حسنٌ)

''آپ خیر پر رہیں گے، جب تک میرا کوئی صحابی حیات رہے گا۔ اللہ کی قسم! جب تک آپ میں تابعی زندہ رہے گا، خیر پر

ہی رہیں گے''۔

6-سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:"آية الايمان حب الانصار، وآية النفاق بغض الانصار".(صحیح البخاری:17،صحیح مسلم:74)

''ایمان کی علامت انصار سے محبت ہے، نفاق کی علامت انصار سے بغض ہے''۔

مزید ارشاد فرمایا: لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ .(صحیح البخاری:3783،صحیح مسلم:75)

''ان سے مؤمن ہی محبت کرتے ہیں اور منافق ہی بغض رکھتے ہیں''۔

7-سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

لا تمس النار مسلما رآني أو رأى من رآني۔
(سنن الترمذی:3858،وسندہ حسن)

''اس مسلمان کو آگ نہیں چھو سکتی، جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے (صحابی) کو دیکھا''۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں بات کرنا دراصل اسلام کے بارے میں بات کرنا ہے، عدالت صحابہ دراصل اقرار بالاسلام ہی کا نام ہے، عدالت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں طعن وتشنیع دراصل اسلام میں طعن وتشنیع کرنا اور دین کو رد کر دینا ہے، ان کی عدالت کی گواہی دینا دین ہے اگر وہ نہ ہوتے تو روئے زمین میں کوئی مسلمان نہیں ہوتا اور نہ ہی دین اسلام ہم تک پہونچتا، ان کی عدالت دین کا تزکیہ اور اس پر ایمان ہے اور ان کی تنقیص دین کی تنقیص اور دین کا انکار ہے، ناقلین دین کو جو سب وشتم کا نشانہ بناتے ہیں اور اصحاب نبی کی عدالت کی تنقیص کرتے ہیں تو بتائیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد کس نے دین کو ایک دوسرے تک پہنچایا؟؟

اصحاب نبی کریم ﷺ کی تجریح سے دین بھی بری طرح متاثر ہوتا ہے، اس وقت تک دین تمام نہیں ہوسکتا جب تک ناقلین پر رضامندی کا اظہار نہ ہو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت وعدالت صرف قرآن وحدیث سے نہیں بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال سے بھی ثابت ہے۔

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن کو اقتداء کرنی ہو وہ گزرے ہوئے لوگوں کی اتباع واقتداء کرے کیونکہ زندوں کے فتنوں میں مبتلا ہونے کا زیادہ اندیشہ ہے، یہ گزرے ہوئے لوگ رسول اللہ ﷺ کے پیارے صحابہ ہیں، اللہ کی قسم وہ امت میں سب سے افضل تھے، ان کے دلوں میں نیکیوں کی سب سے زیادہ تڑپ تھی، وہ سب سے زیادہ گہرے علم والے اور کم تکلف کرنے والے تھے یہ وہ لوگ تھے جنہیں اللہ نے اپنے نبی کی صحبت اور دین کی اقامت کے لیے منتخب کر لیا تھا لہٰذا تم ان کے فضل ومقام کو پہچانو، ان کے آثار کی پیروی کرو ان کے اخلاق اور دین کو حتی الوسع مضبوطی سے تھام لو، بلاشبہ وہ سیدھی ہدایت پر قائم تھے۔(تفسیر بغوی:284/01)

اللہ تعالی ہمیں مقام صحابہ کو سمجھنے اور ان کے اسوہ پر عمل کرنے کی توفیق ارزانی نصیب فرمائے اور ہمیں بھی ان کے زمرے میں داخل کرے اور ہمیں اور آپ سب کو تمام صحابہ سے محبت کرنے والا اور ان کے نقوش کی پیروی کرنے والا بنائے اور ان سب کے منہج وطریقہ پر چلنے والا بنائے، آمین یارب العالمین۔

دفاعِ صحابہ

گستاخانِ صحابہ کا انجام

چند حقائق وشواہد کے آئینے میں

شیخ نثار احمد مدنی (شیخ الجامعہ، جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام انبیاء ورسل کے بعد سب سے افضل مخلوق اور وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اعتبار سے سنوارا سجایا اور اہل دنیا کے لیے اسوہ وقدوہ بنایا، شریعت مطہرہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت تک بلاکم وکاست منتقل کرنے کے لیے اللہ رب العزت نے ساری انسانیت میں جن کا انتخاب فرمایا، جن کی عظمت وتقدس کے پیش نظر قرآن کریم میں رب العالمین نے متعدد مقامات پر مدح سرائی اور اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا اور رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے شرح وبسط کے ساتھ جن سے اپنی محبت وشیفتگی، فضیلت ومنقبت، اور دین میں ان کے عظیم مقام ومرتبہ کو واضح اور ان پر لعن وطعن اور دشنام طرازی کرنے والوں کی سخت مذمت فرمائی ہے چنانچہ جو ان میں سے کسی کے خلاف اپنے دل میں بغض ونفرت پاتا ہے، تو یہ اس کے حق میں بدشگونی نیز برے انجام کی وارننگ ہے؛ کیونکہ جو شخص کسی ایسی صف کے مقابل یا مخالفت میں کھڑا ہوتا ہے جس میں سیدنا ابو بکر وعمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم وغیرہ جیسے آسمان فضیلت ومنقبت کے درخشاں مہ وانجم، دین کے اہم ترین ستون اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ چہیتے اور جاں نثار ہوں، تو وہ کیسے مامون ومحفوظ رہے گا، وہ اللہ کی گرفت سے کیسے بچ سکے گا عنقریب اللہ تعالیٰ ضرور ظالموں کو ان کے خلاف مسلط فرمادے گا، اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ [الانعام:۱۲۹] ''اور اسی طرح ہم ملا دیں گے گناہ گاروں کو ایک دوسرے کے ساتھ ان کے اعمال کے سبب سے''۔

اور اگر اس نے سچی توبہ نہ کی تو ہلاکت وبربادی، برے خاتمہ اور برے انجام کے سوا اسکا کوئی اور حشر نہ ہوگا۔ علامہ ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمن صابونی (ت 449ھ) فرماتے ہیں: (اور جنہوں نے ان سے بغض کیا، ان پر دشنام طرازی کی اور ان کی طرف ایسی چیزوں کی نسبت کی جنکی روافض وخوارج **-لعنهم الله-** کرتے ہیں تو وہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہوجائے گا۔ (عقیدۃ السلف وأصحاب الحدیث، ص:98)

اور امام شوکانی (ت 1250ھ) فرماتے ہیں: (اگر اس کے دل میں ان کے خلاف کینہ پایا گیا تو یہ طے ہے کہ اسے شیطان کا کچوکا لگا ہے اور اللہ کے اولیاء اور امت کے سب سے افضل وبہتر افراد سے عداوت ودشمنی کی وجہ سے اللہ کی معصیت وافر مقدار میں اس کے حصہ میں آئی ہے اور اس کے لئے پستی وذلت کا دروازہ کھل گیا ہے جو صحیح معنوں میں اسے جہنم رسید کرسکتا ہے)۔ (فتح القدیر:5/284)

صحابہ کرام کی عیب جوئی، ایذارسانی، ان پر طعن وتشنیع، سب وشتم اور بغض ونفرت رکھنے والوں کے برے انجام، سوء خاتمہ اور دنیاوی سزا سے متعلق بہت سے نمونے اور تاریخی شواہد موجود

ہیں، ذیل میں کچھ کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

(1) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: اہل کوفہ نے امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت کی چنانچہ انہوں نے ان کو معزول کردیا اور عمار رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر متعین کیا، ان لوگوں نے صحابی رسول کی اسقدر شکایت کی کہ وہ اچھی صلاۃ نہیں پڑھاتے ہیں، تو عمر نے ان کے پاس ایک قاصد بھیجا اور ان سے دریافت کیا، کہ اے ابو اسحاق! (سعد کی کنیت) ان لوگوں کا گمان ہے کہ آپ اچھی طرح صلاۃ نہیں پڑھاتے ہیں؟ تو ابو اسحاق نے فرمایا: اللہ کی قسم میں تو انہیں صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلاۃ ہی کی طرح نماز پڑھاتا ہوں اس سے بالکل ہی سرمو انحراف نہیں کرتا، انہیں صلاۃ عشاء پڑھاتا ہوں ابتدائی دونوں رکعتیں ٹھہر ٹھہر کر اور آخر کی دونوں رکعتیں ہلکی پڑھاتا ہوں۔ تو اس نے کہا: آپ کے بارے میں اے ابو اسحاق! یہی گمان تھا۔ تو اس قاصد کے ساتھ ایک یا کئی آدمیوں کو کوفہ والوں کے پاس بھیجا، ہر مسجد میں جا کر ان کے بارے میں دریافت کیا سبھوں نے ان کی بھلائی بیان کی یہاں تک کہ وہ بنی عبس کی مسجد میں داخل ہوئے تو ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا جس کا نام اسامہ بن قتادہ اور کنیت ابوسعدۃ تھی۔ اس نے کہا: جب آپ کی تلاش ہم ہی تھے: تو سعد لشکر کے ساتھ نہیں چلتے تھے، برابر تقسیم نہیں کرتے اور فیصلہ میں انصاف سے کام نہیں لیتے تھے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں تو تین بددعا کئے بغیر نہیں رہوں گا: اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے، اس نے ریاونمود اور شہرت و ناموری کی خاطر حرف شکایت بلند کی ہے، تو اس کی عمر لمبی فرما، اس کے فقر وفاقہ کو دراز کر اور اسے فتنوں سے دوچار فرما۔ کہتے ہیں بعد میں جب اس سے پوچھا جاتا تو وہ کہتا: میں فتنہ کا شکار ایک انتہائی کھوسٹ بوڑھا ہوں، مجھے سعد کی بددعا لگی ہے۔ حدیث کے راوی عبد الملک بن عمیر جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: میں نے اسے اس کے بعد دیکھا بڑھاپے کے سبب اس کی آنکھوں کے اوپر سے اس کی بھوئیں گرگئی تھیں اور وہ راستوں میں بچیوں پر نظریں جماتا اور انہیں چھیڑتا تھا۔ (أخرجه البخاري (ك: الأذا ن، ح: **755**)، واللفظ له ،مسلم(ك: الصلاة، ح: **453**)

(2) اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے روایت ہے کہ اروی نے ان کے خلاف ان کے کسی گھر سے متعلق مقدمہ پیش کیا تو سعید نے کہا: اسے اور اس کے گھر کے مسئلہ کو چھوڑیں، کیونکہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے: **"من أخذ شبرا من الأرض بغير حقه طوقه في سبع أرضين يوم القيامة"** "جس نے ایک بالشت بھی زمین ناحق غصب کرلیا تو روز قیامت اللہ تعالیٰ اسے سات زمینوں کا طوق پہنائے گا"۔ اے اللہ! اگر یہ بات جھوٹی ہے، تو اس کی بینائی سلب کرلے، اور اس کی آخری خوابگاہ قبر اس کے گھر میں کردے۔ کہتے ہیں: میں نے اسے دیکھا کہ وہ نابینا ہو کر دیواروں کو تلاشتی پھر رہی ہے، اور کہہ رہی ہے: مجھے سعید بن زید کی بددعا لگ گئی ہے، ایک دفعہ وہ گھر میں چل رہی تھی کہ اس کا گزر گھر میں موجود کنویں سے ہوا اور اس میں جاگری۔ (أخرجه البخاري (ك: المظالم، ح: **2452**)، مسلم (ك: المساقاة والمزارعة، ح: **1610**)، واللفظ له)

(3) اور عامر بن سعد بیان فرماتے ہیں کہ: سعد چل رہے تھے کہ ان کا گزر ایک ایسے آدمی سے ہوا جو علی، طلحہ اور زبیر کو گالی دے رہا تھا تو اس سے سعد نے کہا: تو ایسی قوم کو گالیاں دے رہا

ہے جن کے لئے اللہ کی طرف سے ماضی میں بہت خیر حاصل ہو چکا ہے، اللہ کی قسم! بہر صورت گالی گلوچ سے لازمی طور پر باز آجاؤ نہیں تو میں تمہارے خلاف اللہ تعالیٰ سے بددعا کروں گا وہ بولا: مجھے ڈرا رہے ہو؟ جیسے کہ نبی ہو! تو سعد نے کہا: اے اللہ! یہ شخص ایسے لوگوں کو گالی دے رہا ہے جن کے لیے ماضی میں آپ کی جانب سے بہت اعلی وارفع مقام حاصل ہو چکا ہے، آج اسے تازیانہ عبرت بنادے، تو ایک لمبی گردن والی بختی اونٹنی آئی (بختیہ یہ بختی اونٹوں کی مادہ کو بولتے ہیں اور نر کو بخت بولتے ہیں، اور یہ لمبی گردن والے اونٹ ہیں، اور اس کی جمع بخت و بخاتی ہے، اور یہ غیر عربی کلمہ ہے، ملاحظہ ہو: النهاية في غريب الحديث والأثر:101/1)، اور لوگوں نے اس کے لئے راستہ چھوڑ دیا، اور اس نے اس آدمی کو سختی کے ساتھ دبوچ کر تباہ کر دیا، راوی کہتا ہے کہ: میں نے دیکھا کہ لوگ سعد کا پیچھا کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں: اے ابو اسحاق! اللہ نے تمہاری دعا قبول کر لی، اور ایک روایت میں یہ واقعہ ان الفاظ کے ساتھ ہے: سعد رضی اللہ عنہ اپنے کھیت سے آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ ایک آدمی کو گھیرے ہوئے ہیں، پتہ لگا یا تو معلوم ہوا کہ وہ طلحہ، زبیر اور علی رضی اللہ عنہم کو گالی دے رہا ہے، انہوں نے اسے روکا، اس منظر نے انہیں مزید برانگیختہ کر دیا، اور کہا: ؟ تیرا ستیاناس ہو، تیرا مقصد صرف یہ ہے کہ تو ایسے لوگوں کو گالی دے جو تجھ سے کہیں زیادہ بہتر ہیں، تو اپنی اس حرکت سے باز آجا ورنہ میں تیرے خلاف بددعا کروں گا۔ تو اس نے کہا: کرو، ایسا لگتا ہے کہ آپ جیسے کوئی نبی ہیں اور ڈرا رہے ہیں! تو وہاں سے وہ نکلے، گھر میں داخل ہوئے، وضو کیا اور مسجد میں داخل ہوئے، پھر کہا: اے اللہ! اس شخص نے اگر ایسی ہستیوں کو گالی دی ہے تو نے جنہیں ماضی میں خیر سے نوازا ہے اور اس کے سب وشتم نے تجھے ناراض کیا ہے، تو آج مجھے اس کے اندر عبرت دکھادے جو مومنوں کے لئے نشان عبرت ہو سکے، پھر ایک طویل گردن والی اونٹنی بنوفلاں کے گھر سے بھاگتی ہوئی بلا روک ٹوک اس کے اوپر آدھمکی اور اس کے پاس سے لوگ چھوڑ کر بھاگ گئے اور اس نے اسے اپنے چاروں زانوں کے درمیان کر کے اس قدر روندا کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا، راوی کہتا ہے: میں نے لوگوں کو ان (سعد) کے پیچھے آتے ہوئے دیکھا، وہ کہہ رہے تھے: ابو اسحاق اللہ نے تمہاری بددعا سن لی، ابو اسحاق اللہ نے تمہاری بددعا سن لی۔(أخرجه الطبراني في المعجم الكبير (140/1ح: 307)، والضياء المقدسي في النهي عن سب الأصحاب (ص:77-78 برقم:27) باللفظ الأول، واللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة (1327/7-1328 برقم:2361) باللفظ الثاني، قال الهيثمي في المجمع كما في بغية الرائد(218/9 برقم: 14855):(رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح)

(4) اور علی بن زید فرماتے ہیں: کہ مجھ سے سعید بن المسیب نے فرمایا: اپنے قائد سے کھڑے ہونے کے لئے کہیں، پھر اس آدمی کے جسم اور چہرہ کو دیکھیں۔ تو وہ کھڑا ہوا اور انہوں نے واپس آکر بتایا: میں نے اس کے چہرہ کو زنجی کا چہرہ اور اس کے جسم کو سفید پایا۔ تو سعید نے فرمایا: اس نے ان لوگوں کو گالی دی ہے: طلحہ، زبیر اور علی۔ رضی اللہ عنہم۔ میں نے اسے اس سے روکا لیکن اس نے انکار کیا، تو میں نے اس کے خلاف بددعا کی۔ میں نے کہا: اگر تو جھوٹا ہے، تو اللہ تیرے چہرہ کو سیاہ کر دے۔ تو اس کے چہرہ میں ایک زخم ہوا اور اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ (شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة(1332/7 برقم: 2370)، وسير

أعلام النبلاء(242/4)، في ترجمة سعيد بن المسيب برقم: 88)

(5)اور عمار بن سیف ضبی (ت 161ھ) فرماتے ہیں: ہم ایک سمندری جنگ پر نکلے اور موسی بن کعب ہمارے سپہ سالار تھے، اور ہمارے ساتھ قافلہ میں ایک آدمی تھا جس کی کنیت ابوحمان تھی، وہ لگا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دینے، ہم نے اسے روکا لیکن وہ باز نہیں آیا، پھر ہم نے ڈانٹا پھر بھی نہیں رکا، پھر سمندر میں ہم ایک جزیرہ پر آئے اور ہم وہاں ٹھہرے، صلاۃ ظہر کیلئے وضو کی خاطر ہم وہاں سے جدا ہوے، پھر ہمیں بتایا گیا کہ ایک بھڑ ابوحمان پر آکر گری اور اس کے گلے پر آکر ڈنک ماری اور وہ مرگیا، جب لوگوں کو یہ خبر ملی تو انہیں بہت تعجب ہوا اور انہوں نے کہا کہ: یہ اللہ کے حکم سے اس کیلئے مامور کی گئی تھی، تو کچھ لوگ قبر کھودنے لگے لیکن زمین اس قدر سخت ہوگئی کہ ہم اسے کھودنے کی قدرت نہ رکھ سکے، پھر ہم نے اس پر پتھر اور درخت کے پتے ڈال دیئے، اور ہمارا ایک ساتھی استنجاء کررہا تھا وہی بھڑ جاکر اسکے عضو تناسل پر بیٹھ گئی لیکن اس کے لیے ضرر رساں ثابت نہ ہوئی تو پھر ہمیں یقین ہوگیا کہ یہ اللہ کی جانب سے مامور تھی۔(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة 7/(1329-1330) برقم: 2365)، والنهي عن سب الأصحاب (ط:100-101 برقم:44).

(6)اور رافضی شاعر اسماعیل بن محمد بن یزید بن ربیعہ ابوہاشم حمیری جو سید سے ملقب تھا، سن 179ھ میں ہلاک ہوا، شعروسخن اور طلاقت لسانی میں مشہور ونامور شعراء سے تھا وہ ایک خبیث رافضی اور فسادی قسم کا شیعہ تھا، شراب نوشی کرتا اور رجعت کا قائل تھا وغیرہ (رجعت روافض کے گمان کے مطابق روز قیامت سے قبل مہدی مزعوم اور بارہویں غائب امام کے سرداب سے نمودار ہوتے وقت۔ خالص شیعہ روافض جنکی پہلے موت واقع ہوچکی ہے مہدی کی نصرت وتائید کے ثواب سے مالا مال ہونے اور ان کی حکومت کا مشاہدہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ زندہ فرمائے گا اسی طرح ائمہ کے دشمنان جنہوں نے حکومت تک رسائی حاصل کرنے کے لیے انہیں روکا تھا انہیں بھی حیات نو بخشے گا تاکہ ان سے انتقام اور تشفی حاصل کرسکیں، ان پر حدود قائم کرسکیں، انہیں قتل اور سولی پر لٹکا سکیں اور انہیں پورے طور پر نیست ونابود کرسکیں، اسی طرح ان کے تمام ائمہ کو دوبارہ وجود بخشے گا تاکہ حکومت سے اپنا حق حاصل کرسکیں اسی طرح ایک طویل عرصہ تک ان میں سے ہرایک زمام حکومت سنبھالے گا۔ان کی امامت میں تسلسل کے مطابق۔ پھر یکے بعد دیگرے ہر امام سریر آرائے مملکت ہوکر اپنے باپ کی جگہ لے کر فوت ہوجائے گا تا آنکہ حکومت حسن عسکری کے سپرد ہوجائے گی۔ان کے نزدیک انکے گیارہویں امام ہوں گے۔، یہ باطل گمان اور فاسد عقیدہ ان کے مذہب کا بنیادی اور انکے خالص عقائد کا اٹوٹ حصہ ہے۔(تفصیل کے لیے دیکھیں: الاعتقادات في دين الإمامية للصدوق(ص: 60)، وأوائل المقالات للمفيد (ص: 46)، والإيقاظ من الهجعة بالبرهان على الرجعة للحر العاملي (ص: 86و88)، وبحار الأنوار للمجلسي(122/53)، والشيعة والتصحيح للدكتور موسى الموسوي(ص:141-142)۔ اور وہ -قبحه الله- اپنے اشعار میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالی دیتا اور سب سے اچھے لوگوں بالخصوص ابوبکر وعمر اور ان کے دختران رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کرتا تھا اللہ اس پر لعنت نازل کرے اور اسے اپنی رحمت سے دور فرمائے، موت سے قبل اس کا چہرہ سیاہ ہوگیا اور اسے بہت ہی خطرناک قسم کے کرب والم کا سامنا کرنا پڑا تھا اور جب اس کا

انتقال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر دشنام کے سبب لوگوں نے اسے دفن نہیں کیا تھا (تفصیل کے لیے دیکھیں: المنتظم في تاريخ الملوك والأمم(9/40-41)، والبداية والنهاية(13/598-599))

(7) اور قاضی ابو الطیب طاہر بن عبد اللہ بن طاہر طبری شافعی (ت 450ھ) فرماتے ہیں: ہم جامع بغداد میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک خراسانی آیا اور اس نے ہم سے مصراۃ کے بارے میں سوال کیا (مصراۃ: یہ ایسی اونٹنی، گائے، یا بکری جس کے تھن میں دودھ کو روک دیا جائے، یعنی: دودھ جمع اور اسٹور کیا جائے اور چند دنوں تک اسکے دودھ کو نہ نکالا جائے، پھر تھن میں دودھ اکٹھا کئے جانے کے بعد اس جانور کو فروخت کیا جائے، اس سے گراہک جانور کے سلسلہ میں زیادہ دودھاری گمان کرے اور اس کی قیمت میں اضافہ کرے، لیکن دو یا تین دفعہ دودھ نکالنے کے بعد اسے دھوکہ، فریب اور گھاٹے کا اندازہ ہوجائے)۔(مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: النهاية في غريب الحديث والأثر(3/27)، وتحفة الأحوذي(4/456-460))

تو ہم نے اس سلسلہ میں جواب دیا اور بطور دلیل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا (جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ".. ولاتصرُّوا الإبل والغنم، فمن ابتاعها بعد ذلك فهو بخير النظرين بعد أن يحلبها : إن رضيها أمسكها ، وان سخطها ردها وصاعا من تمر" "یعنی بکری اور اونٹنی کے تھنوں میں دودھ کو نہ روکیں بصورت دیگر مشتری دودھ نکالنے کے بعد با اختیار ہوگا اگر خوش ہوگا تو روکے اور اگر اس سے ناراض ہوا تو اسے لوٹائے گا اور ایک صاع کھجور بھی واپس کرے گا"۔(أخرجه البخاري: ك: البيوع، ح: 2150، ومسلم ك: البيوع، ح: 1515)

تو اس شخص نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر طعن وتشنیع کیا، اتنے میں چھت سے ایک سانپ گرا یہاں تک کہ رینگتے ہوئے حلقہ درس میں جا پہنچا اور اس عجمی پر ایک ضرب لگا کر اسے قتل کر دیا۔ (شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے مجموع الفتاوی: 4/538) میں اسے ذکر کیا ہے، اور یہ اس کے الفاظ ہیں، اور ابن العربی المالکی نے اسے اپنی کتاب القبس في شرح موطأ مالك بن أنس(2/852) میں، اور ذہبی نے سیر أعلام النبلاء (2/618-619 میں: ابو ہریرہ کی سیرت کے ضمن برقم: 126)، اور مبارکفوری نے تحفۃ الاحوذی (1/33) میں ذکر کیا ہے، اور امام ذہبی فرماتے ہیں: (اس کی سند ائمہ ہے یعنی سند کے ہر طبقہ میں ائمہ ہیں)۔

(8) اور عبد الرحمن محاربی کہتے ہیں کہ: میں ایک آدمی کی وفات پر حاضر ہوا، تو اس سے کہا گیا: لا إلہ إلا اللہ کہو، اس نے کہا: میں اپنے اندر اس کی قدرت نہیں رکھتا میں ایسے لوگوں کی صحبت میں رہتا تھا جو مجھے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دینے کا حکم دیتے تھے۔ (تاریخ مدینۃ دمشق:30/403، ترجمة أبي بكر الصديق برقم:3398)

(9) اور پروفیسر ڈاکٹر شیخ ابو أحمد محمد عبد اللہ اعظمی جوضیاء الرحمن -رحمہ اللہ- سے مشہور تھے نے مشہور زمانہ مصنف محمود ابوریہ، صاحب کتاب: (أضواء على السنة المحمدية)، وکتاب (أبو هريرة شيخ المضيرة) وغیرہ سنت پر تنقید سے متعلق کتابوں کے مصنف کے بارے میں ایک واقعہ جو کافی مشہور ہے کو متعدد دفعہ اپنے تلامذہ سے بیان فرمایا۔ (محمود ابوریہ عصر حاضر میں سنت پر بڑے طعن کرنے اور تشکیک پیدا کرنے والوں میں سے تھا، اس نے سنت نبوی اور کئی صحابہ کرام پر بہت زیادہ طعن کیا ہے بالخصوص صحابی جلیل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر،

حالانکہ اہل علم نے ابوریہ کی جہالتوں ،ضلالتوں اور ظلمتوں پر بہت زیادہ اور دندان شکن جوابات دئے ہیں ،ان میں سے شیخ محمد عبد الرزاق حمزہ اپنی کتاب: (ظلمات أبی ر یة أمام أضواء السنة المحمدية) میں ،اور شیخ عبد الرحمن بن یحیی معلمی یمانی اپنی کتاب: (الأنوار الكاشفة لما في "أضواء على السنة" من الزلل والتضليل والمجازفة) میں ،اور دکتور محمد عجاج خطیب اپنی کتاب: (أبو هريرة راوية الإسلام) میں ،اور دکتور محمد الاعظمی اپنی کتاب: (الصحابي الجليل أبو هريرة في ضوء مروياته میں وغیرہ)۔

چنانچہ شیخ نے ایک دفعہ اپنے شاگردوں سے بتایا کہ جب وہ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں بحیثیت موظف کام کررہے تھے تو ان کے آفس میں مصر سے عبدالحکیم حمادہ نامی ایک آدمی زیارت کی غرض سے آیا، وہ پہلے سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اوران کی مرویات سے متعلق شیخ کے خصوصی اہتمام اور تحقیق ودراسہ سے متعلق سن چکا تھا تو اس نے آپ کو خبر دی کی جب سے میں نے ابوریہ کی سنت نبوی، اسی طرح بہت سارے صحابہ کرام بالخصوص ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن سے متعلق سنا تو مجھے بہت تعجب ہوا، کہتا ہے کہ: پھر میں اس آدمی کو دیکھنے کی غرض سے گیا جو سنت نبوی پر طعن کرتا ہے کہ آخر یہ کون شخص ہے..؟! میں اس کے گھر پہنچا اوراس کی اولاد سے ملا ،توانہوں نے مجھے خبر دی کہ وہ مریض ہے اور انہوں نے شدید اصرار کے بعد ہی زیارت کی اجازت دی، انہوں نے مجھے اس کمرہ میں داخل کیا جس میں وہ ایک چارپائی پر پڑا تھا، میں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ حد درجہ سیاہ ہوکر کوئلہ کی شکل اختیار کرلیا ہے، اور وہ مسلسل کراہ اور چیخ رہا ہے یہ کہتے ہوئے: آہ.. ابوہریرہ.. آہ.. ابوہریرہ... میں اس کے کمرہ سے نکلا اور جو ہولناک منظر میں نے دیکھا اس کی وجہ سے میں وہاں اس کے پاس کھڑے رہنے کی اپنے اندر سکت نہ پاسکا... اخیر میں شیخ نے طلبہ، حاضرین اور دیگر لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ میری طرف سے اس قصہ کو بیان کرو اور لوگوں کے درمیان خوب پھیلاؤ چونکہ اس کے اندر عبرت ونصیحت ہے. یوں تو صحابہ کرام پر لعن طعن، بغض ونفرت اور سب وشتم میں سرمست لوگوں کے سوء خاتمہ کے ماضی قریب وبعید میں بہت سارے واقعات ہیں بطور عبرت ونصیحت ہم نے چند شواہد کے تذکرہ پر اکتفا کیا تاکہ اس بیماری کے شکار افراد ہوش کے ناخن لیں اور دانستہ یا نادانستہ طور پر دشمنان صحابہ کی ہمنوائی اور دنیوی مفاد کی خاطر ان سے قربت اختیار کرنے والے اپنے بھائی ان واقعات سے عبرت حاصل کرسکیں۔ (اس سلسلہ میں مزید نمونوں اور شواہد کے لیے ملاحظہ ہو: شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة (7/1327-1335 برقم 2360-2373)، وتاريخ مدينة دمشق (30/ 401-403)، ترجمة أبي بكر الصديق برقم 3398)، والنهي عن سب الأصحاب (ص 89-118 برقم 36-60)، وكتاب الروح (ص 324)، ومنزلة معاوية بن أبي سفيان عند أهل السنة والجماعة والرد على شبهات الطاعنين فيه (1/130-132))

اللہ ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سچی عقیدت ومحبت رکھنے والا بنا، گستاخان صحابہ اور ان کے ہمنواؤں سے کوسوں دور رہنے کی توفیق دے اور صحابہ کرام کے دفاع میں زبان وقلم کے ذریعہ سدا برسرپیکار رہنے کی قوت وجرأت نصیب فرما، نیز روز قیامت ہمارا حشر شفیع المذنبین سید المرسلین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام اصحاب کے ساتھ فرما آمین یارب العالمین۔

منہج سلف

قسط:اول

مشاجرات صحابہ اور اہل سنت کا موقف

شیخ سرفراز فیضی (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

اختلاف فطرت ہے:

اختلاف اس کائنات کی فطرت ہے، کائنات کے خالق نے مخلوقات کی قسموں میں اختلاف رکھا ہے، پھر ہر قسم کی مخلوق کے اندر بہت ساری چیزوں میں تفاوت رکھا ہے، انسان سارے اللہ کی مخلوق ہیں لیکن ان کے رنگ، زبان، تہذیب وتمدن، شکل وصورت میں بہت تنوع اور اختلاف رکھا ہے، یہ اختلافات اللہ تعالیٰ کی کرشمہ سازی کا مظہر اور اس کی عظمت وقدرت کی دلیل ہیں، اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ

اس (کی قدرت) کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف (بھی) ہے، دانش مندوں کے لئے اس میں یقیناً بڑی نشانیاں ہیں۔ (الروم:۲۲)

"یعنی تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی اللہ کی ایک نشانی ہے"۔

اللہ رب العزت نے جیسے انسان کی شکل وصورت، رنگ اور زبانوں میں اختلاف رکھا ہے ایسے ہی انسانوں کا زاویہ فکر وفہم بھی مختلف بنایا ہے، مختلف انسان ایک ہی مسئلے کو مختلف زاویوں سے دیکھتے ہیں، ایک ہی حادثے کا الگ الگ طریقے سے تجزیہ کرتے ہیں، لوگوں کے عقل اور جذبات میں اللہ نے تفاوت رکھا ہے، اسی تفاوت کی وجہ سے فکرورائے کا جنم ہوتا ہے، لہٰذا انسانی گروہوں میں کسی امر میں اختلاف ہوجانا ایک فطری امر ہے۔

صحابہ کے اختلافات کی نوعیت:

صحابہ کرام کا طبقہ حضرات انبیاء کرام کے بعد انسانی تاریخ کا سب سے اعلیٰ طبقہ تھا، لیکن تھے وہ بھی انسان تو دوسرے انسانی جماعتوں کی طرح صحابہ میں بھی بعض امور میں اختلاف ہوا۔

ان اختلافات کے بارے میں اہم ترین بات یہ ہے کہ یہ اختلاف عقیدہ اور منہج کا اختلاف نہیں تھا، صحابہ تمام کے تمام ایک ہی عقیدے کے حامل تھے، وہ عقیدہ جو اللہ کے نبی ﷺ ان کو دے کر گئے تھے، دین کے اصولوں پر سب کے سب متفق تھے، صحابہ میں کوئی بدعتی نہیں تھا، نہ کسی صحابی نے کسی دوسرے صحابی پر بدعتی یا کافر ہونے کا الزام لگایا، ان کے اختلافات اجتہادی تھے جن کا تعلق رائے سے تھا اور جن مسائل میں ایک سے زائد رائے رکھنے کی گنجائش ہو وہاں اختلاف ہوجانا فطری ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقد تنازع الصحابة في كثير من مسائل الأحكام وهم سادات المؤمنين، وأكمل الأمة إيمانا. ولكن بحمد الله لم يتنازعوا في مسألة

من مسائل الأسماء والصفات والأفعال، بل كلهم على إثبات ما نطق به الكتاب والسنة، كلمة واحدة، من أولهم إلى آخرهم".(إعلام الموقعين عن رب العالمين : جلد ۱/ صفحه ۳۹)

''احکام سے متعلق بہت سارے مسائل میں صحابہ کے درمیان اختلاف ہوا حالانکہ وہ اہل ایمان کے سردار اور امت میں کامل ترین ایمان والے ہیں، لیکن اللہ کے اسماء، صفات اور افعال کے معاملے میں کسی ایک مسئلے میں بھی ان کے یہاں اختلاف نہیں ہوا، ان میں سے ہر کوئی کتاب وسنت میں وارد ایک ایک لفظ کے اثبات کا قائل تھا، اس معاملہ میں ان سب کا کلمہ ایک تھا، از اول تا آخر''۔

صحابہ کے اختلاف کا تناسب اور گروہوں کی بنسبت بہت کم تھا:

صحابہ کے اجتہادی اختلافات بھی دوسری انسانی گروہوں کی بنسبت بہت کم تھے، یعنی صحابہ لاکھوں کی تعداد میں تھے، ان کے ذمہ جہاں بانی کا کام تھا، رسول کے مشن کو آگے بڑھانے کی ذمہ داری ان کے کندھوں پر تھی، ان کے سامنے بے شمار مسائل تھے، ان مسائل میں اگر چند ایک مسئلوں میں ان کی رائے آپس میں ٹکرا بھی گئی تو یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے، ہمارے یہاں تو چھوٹے چھوٹے ادارے اختلافات سے نہیں بچ پاتے، چھوٹی چھوٹی مسجدوں اور مدرسوں میں ٹرسٹیان آپس میں بھڑ جاتے ہیں، ایک گھر میں بھائی بھائی سے اور بیٹے کا باپ سے اختلاف ہو جاتا ہے تو صحابہ کی جماعت جن کو امت کی رہنمائی کا کام کرنا تھا، دعوت، سیاست، جہاد کے میدان میں امت کی قیادت کر رہے تھے اگر کچھ مسائل میں اختلاف ہو بھی گیا تو یہ عین انسانی فطرت کے تقاضے کے موافق ہے۔

جہاں نص آئی اختلاف ختم ہو گیا:

پھر ان اختلافات میں سے بیشتر اختلاف جن کا سبب نص کی عدم موجودگی تھی نص کے آتے ہی ختم ہو گئے۔ مثلاً خلافت کے مسئلے میں اختلاف ہوا اور حدیث آتے ہی انصار نے اپنا دعویٰ واپس لے لیا، طاعون زدہ شہر میں داخل ہونے کے بارے میں اختلاف ہوا اور حدیث رسول ﷺ کے آتے ہی سارے متفق ہو گئے۔ اس کی بے شمار مثالیں مل جائیں گی جہاں اختلاف تو ہوا لیکن رسول گرامی ﷺ کا حکم آتے ہیں سارے صحابہ نے سر تسلیم خم کر دیا۔

صحابہ کے اختلافات کی بنیاد آپسی رنجش نہیں تھی:

البتہ صحابہ کے بعض اختلافات شدید ہو گئے، بعض مرتبہ شدت اس مرحلے پر چلی گئی کہ نوبت جنگ کی آ گئی، ان شدید اختلافات کو ہم ''مشاجرات صحابہ'' کا عنوان دیتے ہیں۔

ان اختلافات کے بارے میں سب سے اہم ترین بات جو ہم پورے اطمینان کے ساتھ کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ صحابہ کے یہ اختلافات آپسی نفرت اور بغض کی بنیاد پر نہیں تھے، کیونکہ صحابہ کے اوصاف حمیدہ میں سب سے پہلا وصف جس کے ذریعہ قرآن ان کی مدح کرتا ہے وہ ہے **"رحماء بينهم"** کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحیم اور ہمدرد تھے، ان کا تعلق الفت ومحبت کا تعلق تھا۔ ان کے دل ایک دوسرے کی محبت سے سرشار تھے، وہ آپس میں ایک دوسرے پر نرم اور کفار پر سخت تھے۔ لہٰذا ان کے درمیان جو بھی اختلاف ہوا وہ رائے اور اجتہاد کا اختلاف تھا، نفرت وبغض کا اختلاف نہیں تھا۔

صحابہ کا اختلاف دنیاوی اغراض کے لیے نہیں تھا:

صحابہ اس دنیا کا مخلص ترین طبقہ تھا، ان کا تزکیہ رسول گرامی ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے فرمایا تھا، ان کے اخلاص نیت کی گواہی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دی ہے۔لہذا ان میں جو بھی اختلاف ہوا وہ کسی دنیاوی مفاد کے حصول کے لیے نہیں تھا، ان کے دل دنیا طلبی کی کدورت سے پاک تھے، ان اختلافات کے پیچھے مادی اغراض ومقاصد نہیں تھے، صحابہ سارے کے سارے اپنی نیتوں میں مخلص تھے، جو کچھ انہوں نے کیا اس کو حق سمجھ کر کیا، دینی فریضہ سمجھ کر کیا، ان میں سے کسی کا بھی مقصد باطل کا فروغ نہیں تھا۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

”ولم يكونوا في محاربتهم لغرض دنيويّ أو لإيثار باطل أو لاستشعار حقد كما قد يتوهّمه متوهّم وينزع إليه ملحد“.

”ان (صحابہ) کی لڑائیاں کسی دنیاوی مقصد کے لیے نہیں تھی، نہ ان کا مقصد باطل کو فروغ دینا تھا، نہ ہی یہ لڑائیاں آپسی نفرت کی بنا پر تھیں جیسا وہم پرست گمان کرتے ہیں اور ملحدوں کا خیال ہے“۔(تاریخ ابن خلدون، جلد 1 رصفحہ 257)

صحابہ دو نہیں تین فریق تھے:

ان لڑائیوں کے بارے میں ایک غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ جب یہ جنگیں ہوئیں تو سارے صحابہ دو کیمپوں میں بٹ گئے اور سب کے سب ان جنگوں میں سرگرم ہو گئے۔

یہ وجہ ہے کہ بعض فتنہ پرور جذباتی انداز میں یہ سوال کرتے ہیں اگر تم اس دور میں ہوتے تو حضرت علی کا ساتھ دیتے یا معاویہ کا، یہ فتنہ پرور چالاکی سے اس بات کو گول کر جاتے ہیں کہ اس فتنہ کبریٰ میں جب نوبت جنگ تک پہنچ گئی تھی اس وقت صحابہ دو نہیں تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ کچھ صحابہ حضرت علی کی طرف تھے، کچھ حضرت معاویہ کی طرف اور صحابہ میں ایک تیسری جماعت بھی تھی جس نے ان دونوں میں سے کسی کا ساتھ نہیں دیا اور جنگوں سے کنارہ کشی اختیار کرلی، بیشتر صحابہ اس تیسرے گروہ میں تھے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”أَنَّ الْقِتَالَ فِي الْفِتْنَةِ الْكُبْرَى. كَانَ الصَّحَابَةُ فِيهَا ثَلَاثَ فِرَقٍ: فِرْقَةٌ قَاتَلَتْ مِنْ هَذِهِ النَّاحِيَةِ وَفِرْقَةٌ قَاتَلَتْ مِنْ هَذِهِ النَّاحِيَةِ وَفِرْقَةٌ قَعَدَتْ“.

”جب فتنہ کبریٰ کے وقت جنگیں شروع ہوئیں تو صحابہ تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے، ایک گروہ نے ایک فریق کے ساتھ جنگ کی، دوسرے گروہ نے دوسرے فریق کے ساتھ جنگ کی اور تیسرا گروہ بیٹھ گیا۔(یعنی کسی کا ساتھ نہیں دیا اور جنگ سے کنارہ کشی اختیار کیے رکھی)“۔(مجموع الفتاویٰ: جلد 20 رص 394)

بیشتر صحابہ اسی تیسرے گروہ میں شامل تھے جنہوں نے جنگوں سے کنارہ کشی اختیار کی:

ان جنگوں میں شریک ہونے والے صحابہ کی تعداد نہایت کم تھی، بیشتر صحابہ نے ان جنگوں کو فتنہ سمجھا اور ان سے اپنے دامن کو بچائے رکھا۔

امام ابن سیرین فرماتے ہیں:

”هَاجَتِ الْفِتْنَةُ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةُ آلَافٍ، فَمَا حَضَرَ فِيهَا مِائَةٌ، بَلْ لَمْ يَبْلُغُوا ثَلَاثِينَ“.

"جب فتنے واقع ہوئے تو دس ہزار سے زائد صحابہ باحیات تھے لیکن ان اختلافات میں شریک ہونے والے صحابہ سو تھے بلکہ تیس صحابہ بھی اس میں شریک نہیں ہوئے"۔ (السنة لأبي بكر بن الخلال، جلد2 صفحہ466)

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لَمْ يَشْهَدْ الْجَمَلَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ إِلَّا عَلِيٌّ وَعَمَّارٌ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ فَإِنْ جَاءُوا بِخَامِسٍ فَأَنَا كَذَّابٌ".

"جنگ جمل میں مہاجرین وانصار صحابہ میں سے صرف حضرت علی، عمار، طلحہ اور زبیر شریک ہوئے (رضی اللہ عنہم اجمعین)، اگر کوئی پانچویں کسی صحابی کی شرکت ثابت کردے تو میں مان لوں گا کہ میں کذاب ہوں"۔ (مصنف ابن أبي شيبة، حديث نمبر:37782)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

"وأما قتال الجمل وصفين فقد ذكر علي - رضي الله عنه - أنه لم يكن معه نص من النبي - ﷺ - وإنما كان رأيا. وأكثر الصحابة لم يوافقوه على هذا القتال، بل أكثر أكابر الصحابة لم يقاتلوا: لا مع هؤلاء ولا مع هؤلاء."

جمل اور صفین کی جنگ میں تو حضرت علی نے خود یہ اقرار کیا کہ ان کے پاس ان جنگوں کے لیے کوئی نص نہیں تھی، یہ محض ان کی رائے تھی، اور اکثر صحابہ نے ان کی رائے سے موافقت نہیں کی، بلکہ اکثر اکابر صحابہ ان جنگوں میں شریک ہی نہیں ہوئے۔ نہ علی کے ساتھ نہ معاویہ کے ساتھ۔ (رضی اللہ عنہما) (منہاج السنہ جلد6، صفحہ 333)

وهاتان الفئتان هما أصحاب الجمل وأصحاب صفين فانهما جميعا يدعون إلى الإسلام وإنما يتنازعون في شيء من أمور الملك ومراعاة المصالح العائد نفعها على الأمة والرعايا وكان ترك القتال أولى من فعله كما هو مذهب جمهور الصحابة

یہ جمل اور صفین میں لڑنے والے دونوں گروہ اسلام ہی کی طرف بلا رہے تھے، ان کا اختلاف ان سیاسی امور سے متعلق تھا جن کا تعلق امت کے فائدے اور رعایا کی مصلحت سے تھا، حالانکہ (ان معاملات میں بھی) بہتر یہ تھا کہ جنگ نہ کی جاتی۔ **جیسا کہ جمہور صحابہ کا موقف تھا۔**(البداية والنهاية. مكتبة المعارف: جلد 6/ صفحه214)

اس تیسرے گروہ میں بھی جلیل القدر اصحاب کی اکثریت موجود تھی جن میں مہاجرین میں سیدنا سعد بن ابی وقاص، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا صہیب بن سنان رومی، سیدنا اسامہ بن زید، سیدنا قدامہ بن مظعون، سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضوان اللہ اجمعین اور انصار میں سیدنا حسان بن ثابت، سیدنا عبداللہ بن سلام، سیدنا کعب بن مالک، سیدنا مسلمہ بن مخلد، سیدنا محمد بن مسلمہ، سیدنا نعمان بن بشیر، سیدنا زید بن ثابت، سیدنا رافع بن خدیج، سیدنا فضالہ بن عبید، سیدنا کعب بن عجرہ، سیدنا سلمہ بن سلامہ رضوان اللہ اجمعین جیسے کبار صحابہ شامل تھے۔

تینوں گروہوں میں حق کے سب سے قریب وہ گروہ تھا جس نے قتال کو ترک کر دیا:

ان تینوں گروہوں میں حق کے سب سے زیادہ قریب وہ گروہ

تھا جس نے سرے سے ان جنگوں میں حصہ ہی نہیں لیا، کیونکہ ان کا عمل اللہ کی نبی ﷺ کی ہدایت کے موافق تھا اور ان کی اس کنارہ کشی نے ان کے ہاتھوں کو اہل ایمان کے خون سے محفوظ رکھا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: كَانَ الصَّوَابُ أَنْ لَا يَكُونَ قِتَالٌ، وَكَانَ تَرْكُ الْقِتَالِ خَيْرًا لِلطَّائِفَتَيْنِ، فَلَيْسَ فِي الِاقْتِتَالِ صَوَابٌ، وَلَكِنْ عَلِيٌّ كَانَ أَقْرَبَ إِلَى الْحَقِّ مِنْ مُعَاوِيَةَ، وَالْقِتَالُ قِتَالُ فِتْنَةٍ لَيْسَ بِوَاجِبٍ وَلَا مُسْتَحَبٍّ، وَكَانَ تَرْكُ الْقِتَالِ خَيْرًا لِلطَّائِفَتَيْنِ، مَعَ أَنَّ عَلِيًّا كَانَ أَوْلَى بِالْحَقِّ.

وَهَذَا هُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَأَكْثَرِ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَأَكْثَرِ أَئِمَّةِ الْفُقَهَاءِ، وَهُوَ قَوْلُ أَكَابِرِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ [لَهُمْ بِإِحْسَانٍ]

ان میں سے بعض یہ بھی کہتے ہیں: ''حق تو یہ تھا کہ ان کے مابین جنگ نہ ہوتی۔ جنگ کا ترک کرنا دونوں گروہوں کے حق میں بہتر تھا۔ اس لیے کہ جنگ میں کوئی بھی اصابت نہیں ہوتی۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت حق کے زیادہ قریب تھے۔ یہ قتال قتال فتنہ تھا، نہ ہی واجب تھا اور نہ ہی مستحب، اس قتال کا ترک کرنا ہی دونوں گروہوں کے حق میں بہتر تھا اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق کے زیادہ قریب تھے۔ یہ قول امام احمد اور اکثر اہل حدیث اور اکثر ائمہ فقہاء کا ہے۔ اور یہی قول بہت سارے اکابر صحابہ کرام اور تابعین کا ہے۔

(منهاج السنة النبوية، جلد 4/صفحہ 448)

جو صحابہ شریک نہیں ہوئے ان کا عمل اللہ کی نبی ﷺ کی ہدایت پر تھا:

جو صحابہ ان جنگوں میں شریک نہیں ہوئے ان کی عدم شرکت کا سبب موت کا خوف نہیں تھا، بلکہ یہ وہ صحابہ تھے جنہوں نے ان جنگوں کو فتنہ سمجھا اور ایسے فتنوں کے سلسلے میں ان کے سامنے اللہ کے نبی ﷺ کی واضح ہدایات موجود تھیں کہ ان میں کنارہ کش ہو کر بیٹھے رہنے ہی میں عافیت ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالَّذِينَ رَوَوْا أَحَادِيثَ الْقُعُودِ فِي الْفِتْنَةِ وَالتَّحْذِيرِ مِنْهَا، كَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، وَمُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ لَمْ يُقَاتِلُوا لَا مَعَ عَلِيٍّ وَلَا مَعَ مُعَاوِيَةَ.

جن صحابہ نے فتنوں کے دور میں بیٹھے رہنے اور کنارہ کش رہنے کی حدیثیں روایت کیں جیسے سعد ابن ابی وقاص، محمد بن مسلمہ، اسامہ بن زید وغیرہ انہوں نے کسی سے جنگ نہیں کی، نہ علی سے نہ معاویہ سے (رضی اللہ عنہما)۔ [منهاج السنة النبوية: 4/451]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"باقی رہا ایک مسئلہ جو نہایت دقیق ہے اور اس مسئلہ میں اکثر لوگوں کے قدم لغزش کھا گئے ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت مرتضیٰ کی مدد سے تخلف کرنے والے مجتہد مصیب تھے یا خاطی معذور مجتہد تھے، بندہ کے نزدیک محقق بات یہ ہے کہ تخلف اختیار کرنے والے عزیمت پر کار بند تھے اور صریح احادیث سے جو صحیح اور متواتر المعنی ہیں دلیل پکڑے ہوئے تھے''۔ (ازالة الخفاء مع الترجمہ ص526 ج4)

(جاری)

معرکۂ کربلا

حقائق وواقعات

شیخ رشید سمیع سلفی (جامعۃ التوحید بھیونڈی)

انسانی تاریخ میں دھوکہ،فریب،تلبیس اور ملمع کاری کا عظیم شاہکار کربلا کے نام پر شیعی ہنگامہ ہے،یہ تاریخ کا وہ بدترین فریب ہے جس نے ایک پورے نظام فکر اور شریعت کو جنم دیا ہے،یہ کیسی شریعت ہے جس کی ہرتان کربلا کے سانحے پر آکر ٹوٹتی ہے،سوچئے کہ اگر کربلا کو شیعیت کے مجموعے سے نکال دیں تو شیعیت کے جسم میں کیا بچے گا؟ کیا شریعتیں ایسی ہوتی ہیں جو کسی ایک تاریخی واقعہ کے مرہون منت ہوں،کیا شریعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اس کے پیغمبر کی وفات کے بعد کا واقعہ نہ صرف اس شریعت کا حصہ بن جاتا ہے بلکہ روح رواں بن کر رہتا ہے،کیا شریعتیں ایسی ہوتی ہیں جس کی نظری وعملی پہنائیوں پر غم والم کی گھنی کہر چھائی ہو،کیا شریعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جس کے پاس انسانیت کو دینے کیلئے نوحہ وماتم کے سوا کچھ نہ ہو؟ کربلا کے بغیر دین شیعیت ایک جسم بے جان اور ایک چھلکا بغیر مغز کے رہ جاتا ہے،صرف غصب خلافت کی من گھڑت کہانی کے بل پر کتنے دنوں تک یہ نظام فکر قائم رہ سکتا تھا؟من گھڑت شریعت کی کشش کیلئے کربلا ایک ضرورت بن جاتا ہے،جس واقعہ کربلا پر شیعیت کے محل میں رونق نظر آتی ہے،وہ بھی ایک ظاہر فریب کہانی اور کذب کا پلندہ ہے،حقیقت آٹے میں نمک کی مانند ہے،حقیقت صرف یہ ہیکہ معرکہ کربلا ایک حادثہ تھا،ایک تکلیف دہ واقعہ تھا،یہ کوئی خاندانی دشمنی نہیں تھی،یہ کوئی منصوبہ بند سازش نہیں تھی،یہ گھٹنا تھی جو گھٹ گئی،یہ ایک انہونی تھی جو ہوگئی،اس حادثے پر سالہا سال تک ماتم کرنا،نوحہ کرنا اور کھینچ کر اس کے تار سازش،بغض آل بیت اور نسلی رقابت سے جوڑنا سرتاسر تلبیس ہے،ظلم وجور کی افسانوی کہانیوں کو حقیقت مان کر صحابہ پر سب وشتم کا نامسعود سلسلہ شروع کرنا جرائم صفت شریعت کا پورا تعارف پیش کرتا ہے،یزید ابن معاویہ کی کردار کشی اور نفرت انگیزی بتاتی ہیکہ اس شریعت کا خمیر ابلیسی اثرات کا حامل ہے، کربلا میں کیا ہوا تھا؟ بڑی طویل داستان ہے،اگر تجزیہ کرنے والا سلیم الفکر اور خالی الذہن ہو تو یہ سمجھنے میں ذرا بھی وقت نہیں لگے گا کہ جو آج ماتم کررہے ہیں،وہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حقیقی قاتل اور دشمن آل بیت ہیں،حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ خط دے کر بلانے والے کون تھے؟ عین وقت پر مسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑ دینے والے کون تھے؟ان کے قتل کا تماشا دیکھنے والے کون تھے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر سنتے ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ارادہ ملتوی کردیا تھا کیونکہ آپ کو کوفیوں پر کوئی بھروسہ نہیں تھا،لیکن مسلم بن عقیل کے بچوں کے اصرار پر آپ نے سفر جاری رکھا،بہرحال قافلہ کربلا پہونچ گیا جہاں ان کو روک دیا گیا،حضرت حسین اور یزید کے درمیان کوئی پرخاش نہیں

تھی، کوئی دشمنی نہیں تھی، برادرانہ تعلقات تھے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تین شرطیں رکھ کر اپنا موقف واضح کر دیا تھا، اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مجھے یزید رحمہ اللہ کے پاس جانے دیا جائے، اگر حسین رضی اللہ عنہ کو یزید سے خطرہ ہوتا تو آپ یہ شرط بالکل نہ رکھتے، دراصل حسین رضی اللہ عنہ یزید کے پاس جا کر کوفیوں کی سازش کا پردہ فاش کرنا چاہتے تھے، ان کے خطوط حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بوریوں میں بھرے ہوئے موجود تھے، وہ خطوط ساتھ لے کر آئے تھے، خطوط پر ان کے نام اور مہر تھے، کوفیوں کی پریشانی یہی تھی کہ اس طرح ہم بے نقاب ہو جائیں گے اور سزا کے طور پر شاید ہماری گردنیں اتروا دی جائیں گی، حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم کرنے والے نہیں چاہتے تھے کہ حسین رضی اللہ عنہ یزید کے پاس پہونچیں اور ہمارے خطوط کی اسے بھنک بھی لگے، یہاں سے کوفیوں نے تخریب کا آغاز کیا اور عبیداللہ بن زیاد کے سپاہیوں پر حملہ کر کے جنگ چھیڑ دیا، کوفہ سے زیارت کے نام کئی سو کوفی کربلا کا ماحول بگاڑنے کیلئے پہونچ چکے تھے، جنگ چھڑ گئی، ایک افراتفری پیدا ہوگئی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ لوگوں کو جنگ سے روک رہے تھے لیکن کوفی یہ نہیں چاہتے تھے، اب باقاعدہ جنگ چل رہی تھی، جنگ میں موقع پا کر کوفیوں نے اپنے آپ کو بچانے کیلئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی جان کو داؤ پر لگا دیا اور خیموں کو آگ لگا کر سب کچھ راکھ میں تبدیل کر دیا، مقصد پورا ہو جانے کے بعد کوفی بھی وہاں سے بھاگ گئے، صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بے یار و مددگار رلٹا پٹا قافلہ رہ گیا، یہ اصل واقعہ ہے جو بتاتا ہے کہ اصل ماجرا کیا ہے؟ جو لوگ ماتم کا ڈھونگ کر رہے ہیں، اصل قاتل یہی لوگ ہیں، ان کے آباء واجداد نے اپنے تئیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حمایتی ظاہر کر کے ان کی جان کو ہلاکت میں ڈالا تھا، اب اگر یقین نہ آئے تو چند ایسے حوالے پیش کرتا ہوں جو حقیقت واقعہ کو پوری طرح سے بے غبار کر دیں گے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک کوفی نے سوال کیا کہ حالت احرام میں مچھر مارنے کا کفارہ کیا ہے؟ آپ کا جواب بڑا چشم کشا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے روایت کیا ہے:

”حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ، سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي نُعْمٍ ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، وَسَأَلَهُ عَنِ الْمُحْرِمِ، قَالَ شُعْبَةُ : أَحْسِبُهُ يَقْتُلُ الذُّبَابَ، فَقَالَ : أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُونَ عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ ابْنَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا“۔

شعبہ کہتے ہیں کہ میرے خیال میں ایک کوفی نے یہ پوچھا تھا کہ اگر کوئی شخص (احرام کی حالت میں) مکھی مار دے تو اسے کیا کفارہ دینا پڑے گا؟ اس پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عراق کے لوگ مکھی کے بارے میں سوال کرتے ہیں جب کہ یہی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو قتل کر چکے ہیں، جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ دونوں (نواسے حسن و حسین رضی اللہ عنہما) دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ (صحیح بخاری:3753)

ایک دوسری روایت ہے جس سے حقیقت حال مزید نکھر کر سامنے آتی ہے، جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو آپ کا ردعمل کیا تھا؟ راوی کہتا ہے:

”لعنت اهل العراق وقالت: قتلوه قتلهم الله - عز وجل - غرُّوه ودلُّوه لعنهم الله“۔

”اللہ اہل عراق پر لعنت کرے، انھوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، اللہ انھیں تباہ کرے، انھوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دھوکا دیا اور انہیں رسوا کیا، اللہ کی ان پر لعنت ہو“۔

(یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۳۳۰ بحوالہ فضائل الصحابہ (۷۸۲/۲) واسنادہ حسن)

اس کے علاوہ وہ حوالہ بھی ہے جو خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، یہ شہادت سے پہلے کے الفاظ ہیں جو آپ نے بیان فرمائے:

”فإنهم دعونا لينصرونا، ثم عدوا علينا يقاتلونا ويقتلونا“۔

”ان لوگوں نے ہمیں بلایا تا کہ ہماری مدد کریں گے، لیکن اب یہی ہمارے خلاف سرکشی کر رہے ہیں اور ہمیں قتل کر رہے ہیں“۔ (موسوعة كلمات الإمام الحسين صفحہ ٥٥٤)

غور کیجئے صحابہ کرام کا معرکۂ کربلا کے تعلق سے کیا نظریہ تھا؟ ان کے نزدیک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا فرد جرم کس پر عائد ہوتا ہے؟ خود حسین رضی اللہ عنہ یہ الزام کس پر رکھتے ہیں؟ یہ اس وقت کی بات ہے جب موضوعات و منکرات کے جھاڑ جھنکاڑ نہیں تھے، جب اس معاملے میں شیعی روایات کی دراندازی نہیں ہوئی تھی، حقیقت خرافات میں گم نہیں ہوئی تھی، اب میں ایک اور چشم کشا حوالہ پیش کرتا ہوں جو حقائق سے پردہ اٹھاتا ہے، جو قتل حسین رضی اللہ عنہ کی صحیح تصویر پیش کرتا ہے، اس سے زیادہ قطعی حوالہ اور کس کا ہوسکتا ہے؟ یہ خود ان کے گھر کے فرد کی گواہی ہے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت ابوجعفر محمد باقر رحمہ اللہ جو حضرت زین العابدین علی بن حسین کے فرزندِ ارجمند اور اثناعشری شیعہ حضرات کے ایک ”امام معصوم“ ہیں، آٹھویں صدی ہجری کے محدث حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، حضرت ابوجعفر محمد باقر رحمہ اللہ واقعے کی جزئیات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”اس پر آپس میں لڑائی چھڑ گئی اور حضرت کے سب ساتھی (مظلومانہ) شہید ہو گئے جن میں دس سے کچھ اوپر نوجوان ان کے گھر کے تھے۔ اسی اثنا میں ایک تیر آیا جو حضرت کے چھوٹے بچے پر لگا جو گود میں تھا آپ رضی اللہ عنہ اس سے خون پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ اے اللہ ہمارے اور ایسے لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما جنھوں نے پہلے یہ لکھ کر ہمیں بلایا کہ ہم آپ کی مدد کریں گے پھر اب ہمیں قتل کر رہے ہیں۔ اس کے بعد خود تلوار ہاتھ میں لی مردانہ وار مقابلہ کیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ (رضی اللہ عنہ) اور یہ شخص جس کے ہاتھ سے حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے قبیلہ مذحج کا آدمی تھا اگرچہ اس بارے میں دوسرے اقوال بھی متعلقہ تاریخوں میں مذکور ہیں:

”حافظ ابن حجر اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

”وقد صنّف جماعة من القدماء في مقتل الحسين تصانيف فيها الغث والسمين والصحيح والسقيم وفي هذه القصة التي سقتها غنى“

یعنی چند تاریخ نویسوں نے مقتل حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں مستقل کتابیں لکھی ہیں جن میں رطب و یابس، غلط صحیح سب کچھ بھر دیا گیا ہے لیکن جس قدر یہ قصہ میں نے ذکر کیا ہے یہی کافی ہے۔ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ الاصابہ ص ۱۷/ ، ج ۲/)

کئی صدیوں تک قتل حسین رضی اللہ عنہ کا ملزم یزید رحمہ اللہ کو تسلیم نہیں کیا گیا، بلکہ اسے کوفیوں کی کارستانی سمجھی گئی، تاریخ کا حلیہ بہت بعد میں بگاڑا گیا، ایک خاص منصوبے کے تحت شدہ شدہ رائے عامہ کو ایک خاص نقطۂ نظر کیلئے ہموار کرلیا گیا، آج پوری طرح سے حقیقت واقعہ کو بدل کر الگ رنگ دے دیا گیا ہے، اب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کیا کہا وہ ملاحظہ کرلیں، تاکہ صورت حال کو سمجھنے میں مدد ملے، حضرت زین العابدین اس حادثہ فاجعہ کے بعد یزید رحمہ اللہ کے گھر گئے اور بیان فرماتے ہیں کہ ''ہمیں دیکھ کر اس کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، اور'' **اعطانا ما شئنا** ''اس نے ہمارے ہر مطالبے کو پورا کیا''۔

اگر یزید ابن معاویہ قاتل ہوتے تو زین العابدین کیوں باپ کے قاتل کے گھر گئے تھے اور یزید رحمہ اللہ نے اپنے برتاؤ سے ان کو خوش کردیا، اس لئے زین العابدین نے اس قدر تسلی بخش کلمات یزید کیلئے ارشاد فرمائے تھے، باپ کے قاتل کے بارے میں اس قدر توصیفی اور احسان مندانہ کلمات کوئی نہیں کہتا ہے۔

مستند تاریخ کا ایک اور حوالہ بتاتا ہے کہ تاریخ کو مسخ کیا گیا ہے، حقیت حال پر ملمع چڑھایا گیا ہے، اس حادثۂ فاجعہ کے بعد بھی حسین رضی اللہ عنہ اور یزید رحمہ اللہ کے خاندانوں میں رشتے ہوئے ہیں، ادھر کی لڑکیاں اس طرف، اس طرف کی لڑکیاں اس طرف دی گئی ہیں، دونوں طرف سے باہم رشتہ داریاں بتاتی ہیں کہ خانوادۂ حسین رضی اللہ عنہ نے یزید رحمہ اللہ کو قاتل باور نہیں کیا تھا، بلکہ وہ ان کو بری الذمہ سمجھتے تھے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ جانتے ہوئے کہ نواسۂ رسول کے خون میں اس خاندان کے ہاتھ لت پت ہیں اور رشتے بھی اس خاندان میں دینے لگیں، ان سے رشتہ داریاں بھی قائم کرنے لگیں۔

ہم چند حوالے دے رہے ہیں، اس سے نفس مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کیجئے:

۱۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی رملہ مروان رضی اللہ عنہ بن الحکم کے فرزند معاویہ بن مروان رحمہ اللہ کو بیاہی تھی جو کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کے حقیقی بھائی تھے۔ (جمهرة الانساب ابن حزم،ص۸۰)

۲۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی دوسری صاحبزادی انہی مروان رضی اللہ عنہ بن الحکم کے بیٹے عبدالملک بن مروان جو کہ خلیفہ تھے اپنے زمانہ میں انکو بیاہی تھی۔ (البدایہ والنہایہ ج۹ ص۶۹)

۳۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تیسری صاحبزادی خدیجہ امیر عامر رضی اللہ عنہ بن کریز اموی کے فرزند عبدالرحمٰن کو بیاہی گئی تھی۔ (جمهرة الانساب ص۶۸)

اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کی ایک نہیں بلکہ ۶ پوتیاں اموی خاندان میں بیاہی گئی تھیں:

۱۔ سیدہ نفسیہ بنت زید بن حسن کی شادی خلیفہ ولید بن عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ سے ہوئی۔ (عمدۃ الطالب ص ۴۴)

۲۔ ان نفسیہ کی چچازاد بہن زینب بنت حسن مثنیٰ بن حسن کی شادی بھی خلیفہ ولید بن عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ سے ہوئی تھی۔ (جمهرة الانساب ص۳۶)

۳۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی تیسری پوتی ام قاسم بنت حسن مثنیٰ بن حسن کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے مروان بن ابان بن عثمان رحمہ اللہ سے ہوئی۔ مروان بن عثمان کے انتقال کے بعد یہ

ام قاسم علی بن حسین (زین العابدین) کے عقد میں آئیں۔ (جمھرۃ الانساب ص ۳۷)

۴۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی چوتھی پوتی مروان رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند معاویہ رحمہ اللہ بن مروان بن الحکم کے عقد میں آئیں جن کے بطن سے حسن رضی اللہ عنہ کے اموی نواسہ ولید بن معاویہ متولد ہوئے۔(جمھرۃ الانساب ص ۸۰،۱۰۰)

۵۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی پانچویں پوتی حمادہ بنت حسن مثنیٰ مروان رضی اللہ عنہ کے ایک بھتیجے کے فرزند، اسماعیل بن عبدالملک بن الحارث بن الحکم کو بیاہی گئی تھیں۔(جمھرۃ الانساب ص ۱۰۰)

۶۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی چھٹی پوتی خدیجہ بنت الحسین بن حسن بن علی رحمہ اللہ کی شادی بھی اپنی چچیری بہن حمادہ کے نکاح سے پہلے اسماعیل بن عبدالملک بن الحارث بن الحکم سے ہوئی تھی جن کے بطن سے حسن رضی اللہ عنہ کے چار اموی نواسے محمد الاکبر وحسین و اسحٰق ومسلمہ پیدا ہوئے۔(جمھرۃ الانساب ص ۱۰۰)

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی طرح حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے گھر کی خواتین بھی کثرت سے بنوامیہ میں بیاہی گئی تھیں:

۱۔ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سکینہ نے اپنے شوہر مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقتول ہوجانے کے بعد مروان رضی اللہ عنہ کے پوتے الاصبغ بن عبدالعزیز بن مروان سے نکاح کیا جو کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بھائی تھے۔ ان الاصبغ کی دوسری بیوی یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کی بیٹی ام یزید تھیں۔ (کتاب نسب قریش ص ۵۹، المعارف ابن قتیبہ ص ۹۴)

۲۔ سیدنا سکینہ بنت حسین کا ایک اور نکاح عثمان بن عفان کے پوتے زید بن عمرہ بن عثمان اموی سے ہوا تھا، بعد میں ان سے علیحدگی ہوگئی تھی۔(المعارف ابن قتیبہ ص ۹۳، جمھرۃ الانساب ص ۷۹)

۳۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نواسی ربیحہ بنت سکینہ جوان کے شوہر عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم سے تھیں، مروان رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے العباس بن ولید بن عبدالملک بن مروان کو بیاہی تھیں۔(کتاب نسب قریش مصعب زبیری ص ۵۹)

۴۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی دوسری صاحبزادی سیدہ فاطمہ کا نکاح ثانی اپنے شوہر حسن مثنیٰ کے بعد اموی خاندان میں عبداللہ بن عمرو بن عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ سے ہوا۔(جمھرۃ الانساب ص ۷۶)

حوالے اور بھی ہیں لیکن طوالت کے خوف سے اس پر اکتفا کرتا ہوں۔

(اس کے باوجود پروپیگنڈہ یہ ہیکہ خاندان بنو امیہ اور خاندان بنو ہاشم کے مابین برسہا برس کی دشمنیاں تھیں، ان تمام واقعات کے پیچھے یہی دشمنی کارفرما تھی، دراصل یہ من گھڑت افسانہ شیعیت کی بقاء کیلئے ضروری تھا، یہ رنگ آمیزی شیعی فکر کی آبیاری کیلئے درکار تھی، اس لئے ایک سے بڑھ ایک ڈرامے وجود میں آتے گئے، اور اخیر میں اس کھوکھلے نظریہ میں روح ڈالنے کیلئے یزید کو مشق ستم بنایا گیا اور کربلا کا پورا ٹھیکرا یزید رحمہ اللہ کے سر پھوڑ کر ایسی طوفان بے تمیزی شروع کی جو آج تک تھم نہیں رہی ہے، تاریخ کو مسخ کر کے آل بیت کی محبت کا جام پلا کر کے عقلوں کو مدہوش کر دیا اور خطباء اور ذاکرین کو اس شیعی خاکے میں رنگ بھرنے کے لئے لگا دیا گیا۔

فقہ وفتاویٰ

ماہ محرم میں تعزیہ داری

اور دیگر مروجہ اعمال کا شرعی حکم

شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی (مدیر مجلہ الجماعۃ ممبئی)

سوال: محرم الحرام کے مہینے میں ہمارے یہاں کچھ مخصوص اعمال انجام دئے جاتے ہیں جیسے تعزیہ داری، سینہ کوبی، ڈھول تاشے اور یا حسین، یا حسین پکارنا وغیرہ وغیرہ، مذکورہ اعمال کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

جواب: کتاب وسنت اور اسکے واضح دلائل وبراہین کی روشنی میں یہ ساری چیزیں بدعات وخرافات میں سے ہیں، جنکا نہ تو قرون اولی میں وجود تھا اور نہ ہی بعد کے ادوار میں علماء نے اسکو جائز قرار دیا، یہاں تک کہ فاضل بریلوی امام احمد رضا اور محققین اہل سنت نے بھی اسے حرام قرار دیا۔ اور یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ ان میں سے بہت سی چیزیں تو بندے کو شرک وکفر تک پہونچانے والی ہیں، مثلاً: تعزیہ کے لئے نذر ونیاز ماننا اور چڑھاوا چڑھانا، اس میں موجود حضرت حسین کی نقلی قبر کا طواف کرنا، اس کو سجدے کرنا، اس سے اولا د مانگنا، فریادرسی کرنا وغیرہ وغیرہ۔

اور ان میں سے کچھ چیزیں حرام اور باعث گناہ ہیں، جیسے اس موقع پر ہر سال حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر نوحہ وماتم کرنا، گریبان پھاڑنا، منہ نوچنا، سینہ کوبی کرنا، چھوٹی چھوٹی چھریوں وغیرہ سے اپنے بدن کو زخمی کرنا، ننگے پاؤں آگ پر چلنا وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے مخالفین کی لڑائی کی نقل اتارنا اور تلواروں اور لکڑیوں وغیرہ سے نقلی لڑائی کا مظاہرہ کرنا اور اس طرح کے تمثیلیات اور ڈرامے پیش کرنا۔ شیعہ کا حضرت حسین کی جماعت کا نمائندہ بننا اور سنیوں کو یزید کی جماعت کا نمائندہ بنانا، اور ان کا کردار ادا کرنا اور کرانا۔ عشرہ محرم میں ڈھول تاشے بجانا، میٹھے شربتوں کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر سبیلیں لگانا، سنیوں کا یوم عاشوراء کو ایک عید اور تہوار سمجھنا اور اچھے اچھے کپڑے پہنا اور دعوتیں کھانا اور کھلانا۔ دسویں محرم کو تعزیہ کو باجے گانے کے ساتھ لے جا کر کسی ندی یا تالاب وغیرہ میں ڈبو دینا، یا توڑ پھوڑ کر پھینک دینا۔ غرضیکہ تعزیہ اور اس کی مناسبت سے ماہ محرم میں اور خاص طور سے دسویں محرم کو جو اعمال عموماً مسلمانوں میں رائج اور جاری ہیں، سب بدعات و خرافات اور غیر شرعی اعمال میں سے ہیں، اور شریعت اسلامیہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی انکا کتاب وسنت میں کوئی ثبوت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہ جانے کتنے صحابہ شہید ہوئے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید کئے گیے، ستر کے قریب قراء صحابہ کو ایک ساتھ شہید کر دیا گیا، اور اس طرح نہ جانے کتنی شہادتیں ہوئیں مگر ان کی شہادت کی بنا پر آپ

نے اور آپ کے بعد صحابہ کرام وتابعین عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس طرح کے اعمال کبھی نہیں کئے، اور سب کو صبر کی تلقین کی اور صبر کے فضائل بتائے، اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ یہ تمام اعمال اور اطوار ترک کر دیں اور خالص کتاب وسنت اور سلف صالحین کے منہج پر چل کر اس مہینے میں طرح طرح کے گناہ اور معصیت سے دور رہیں۔ اور جس کام کو صحابہ کرام رضوان اللہ نے نہیں کیا ہے اس سے بالکلیہ اجتناب کریں۔ اسی میں ہماری بھلائی اور کامیابی ہے۔

سوال: ماہ محرم کو غم اور نحوست کا مہینہ سمجھنا اور اسکی وجہ سے اس میں شادی بیاہ سے رک جانا کیسا ہے؟ واضح فرمائیں؟

جواب: ماہ محرم الحرام یا کسی اور مہینے کے بارے میں اس طرح کا عقیدہ رکھنا سراسر بے اصل اور باطل ہے، نہ محرم کا مہینہ سوگ کا ہے، اور نہ اور کوئی مہینہ منحوس، اگر بزرگوں کی شہادتوں اور انکی اموات اور وفیات کی وجہ سے مہینے منحوس ہونے لگیں تو سارے مہینے منحوس اور غم کے مہینے ہو جائیں گے، اور اس طرح کسی مہینے میں شادی بیاہ کرنا جائز نہ ہوگا، کیونکہ ماہ ربیع الاول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی، جمادی الاولی میں آپکے یار غار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، اس واسطے یہ منحوس مہینے ہو جائیں گے، ذی الحجہ میں خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین کی شہادت ہوئی، اس واسطے وہ منحوس ہو جائیں گے، ماہ رمضان میں خلیفہ رابع حضرت علی بن ابی طالب کی شہادت ہوئی، اس واسطے وہ منحوس ہوگا، اس طرح تمام انبیاء کرام، بڑے بڑے اولیاء اور صحابہ کرام وتابعین عظام کی تاریخ وفات دیکھئے تو کوئی مہینہ ان کی وفات سے خالی نہ ہوگا، بنابریں کوئی مہینہ نحوست ومصیبت اور غم وملال سے خالی نہ ہوگا، اور کسی بھی مہینہ میں شادی کرنا مناسب نہ ہوگا، جب کہ کتاب وسنت اور تاریخ امت میں ان کی نحوست کا کہیں بھی تذکرہ نہیں ہے، اور اسلاف کرام نیز صحیح العقیدہ مسلمان سارے مہینوں میں شادی بیاہ کرتے آئے ہیں، اور کسی بھی معتبر عالم اور فقیہ نے اس سے منع نہیں کیا ہے، اس واسطے یہ عقیدہ باطل ہے۔ اس بابت شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" محرم کے پہلے عشرہ میں یا پورے مہینے میں بغیر قصد اتباع خوارج ونواصب کے شادی بیاہ یا کوئی اور تقریب وخوشی کرنی بلاشبہ جائز اور مباح ہے۔ قرآن کریم اور حدیث (صحیح یا ضعیف) تو درکنار کسی صحابہ یا امام سے بھی ان دنوں میں شادی بیاہ یا کوئی اور خوشی کرنے کی ممانعت ثابت نہیں ہے، اسی طرح دسویں تاریخ کو فاقہ کرنا بھی ثابت نہیں۔ البتہ صرف دسویں یا نویں دسویں کو یا دسویں گیارہویں کو روزہ رکھنا از روئے احادیث معتبرہ ثابت اور باعث اجر وثواب ہے۔" (دیکھیے: فتاوی شیخ الحدیث 5/75)

اس لئے محرم کے مہینے کو غم کا مہینہ سمجھ کر باعث نحوست سمجھنا اور اسکے نتیجہ میں اس میں شادی بیاہ کو منحوس سمجھنا غیر شرعی اور بے بنیاد بات ہے، اللہ امت مسلمہ کو صحیح راستے پر چلنے کی سعادت عطا فرمائے۔

ھذا ماعندی واللہ أعلم بالصواب

آئینۂ جمعیت و جماعت

جمعیت کی دعوتی وتعلیمی سرگرمیاں

ادارہ

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی شہر ممبئی، تھانہ اور دیار کوکن میں جماعت اہل حدیث کی نمائندہ تنظیم ہے۔ تنظیمی سرگرمیوں اور دعوتی جدوجہد کے حوالہ سے صوبائی جمعیت ملک بھر میں معروف ہے، حسب سابق گزشتہ مہینوں بھی اجتماعات کا سلسلہ جاری رہا۔ اور متعدد مقامات پران کا انعقاد ہوا۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے ذمہ داران وقابل احترام دعاۃ ممبئی کی مختلف مساجد کی جانب سے دعوت پر دروس اور اجتماعات میں شرکت کرتے رہے ہیں اور موقع بموقع بیرون صوبہ بھی دعوتی پروگراموں میں شریک ہوئے ہیں۔ فللہ الحمد.

1رمئی 2023ء موضع کمھریا، پوسٹ خانکوٹ سمری، ضلع سدھارتھ نگر یوپی کے اجلاس عام اور مدرسہ خدیجۃ الکبری کے افتتاحی پروگرام میں امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ نے شرکت کی اور عوام الناس سے خطاب فرمایا۔

دوروزہ عظیم الشان تعلیمی مظاہرہ ودستار بندی حفاظ کرام منعقدہ 13۔14رمئی 2023ء بروز سنیچر، اتوار، زیراہتمام مسجد اہل حدیث مومن پورہ، بائیکلہ ممبئی بمقام شمیم پیلیس ہال، مومن پورہ میں امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ نے صدارت کے فرائض انجام دیئے اور عوام الناس وحفاظ کرام کو قرآن مجید کے حفظ اور اس پر عمل کے متعلق اہم نصیحتیں کیں۔

ضلعی جمعیت اہل حدیث کلیان کے زیر سرپرستی، الحکمۃ سلفی ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ کے زیر اہتمام سہارا نگر، بنیلی گاؤں، ٹٹوالا میں بتاریخ 19رمئی 2023ء بروز جمعہ، بعد نماز مغرب دعوتی واصلاحی پروگرام میں امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ بحیثیت صدر اجلاس شریک ہوئے اور عوام الناس سے خطاب کیا نیز صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ، سنابلی، مدنی رحفظہ اللہ نے بھی پرمغز خطاب کیا۔

26رمئی 2023ء بروز جمعہ مسجد اہل حدیث کاشی میرا کے حج تربیتی پروگرام میں شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی رحفظہ اللہ نے حج کا عملی مشق کرایا اور حج کی اہمیت پر مدلل خطاب کیا۔

28رمئی 2023ء بروز اتوار اورنگ آباد کے ایک اہم دینی واصلاحی پروگرام میں شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی رحفظہ اللہ نے شرکت کی اور عوام الناس سے خطاب کیا۔

اسی طرح مسجد اہل حدیث حسن ومسجد اہل حدیث سیلیش نگر، ممبرا، مسجد اہل حدیث کاشی میرا، مسجد اہل حدیث مومن پورہ بائیکلہ ممبئی میں شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی رحفظہ اللہ کے ہفتہ واری وپندرہ روزہ دروس ''جدید مناہج کی حقیقت'' و''اتباع سنت کے متعلق اقوال سلف'' جیسی اہم کتابوں کے متعلق جاری وساری ہیں۔

شیخ سرفراز فیضی رحفظہ اللہ (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے 15-14 مئی 2023ء میں سونس، کھیڈ رتنا گیری کے بعض علاقوں میں مختلف دعوتی پروگراموں میں شرکت کی اور خصوصی خطاب فرمایا نیز سیتا پھل واڑی ممبئی کے دعوتی پروگرام میں شرکت کی۔ اسی طرح 25 تا 29 مئی یوپی کے بعض اضلاع سدھارتھ نگر، اعظم گڑھ، مئو وغیرہ میں دعوتی فرائض انجام دیئے۔ نیز ہلائی گھانچی جماعت خانہ پائی دھونی ممبئی میں آپ کا ہفتہ واری درس ''سیرت خلفائے راشدین'' کے موضوع پر جاری وساری ہے۔

شیخ فیض الرحمن رحمانی (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے 3رمئی 2023ء بروز بدھ رحمانیہ اسلامک انگلش

اسکول، گوونڈی ممبئی کے سالانہ اجلاس میں بحیثیت مہمان خصوصی شرکت کی اور طلبہ وعوام سے خطاب کیا۔

29/مئی 2023ء بروز پیر بعد نماز عشاء مسجد اہلحدیث کمہار واڑہ، مسلم نگر، دھاراوی ممبئی کے پندرہ روزہ درس میں ''ارتداد'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

5/جون 2023ء بروز اتوار صبح 11 بجے مسجد اہل حدیث کپاڈیہ نگر کرلا کی ایک تعلیمی مشاورتی میٹنگ میں امیر محترم شیخ عبد السلام سلفی/حفظہ اللہ اور صوبائی جمعیت کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ سنابلی، مدنی حفظہ اللہ نے شرکت کی۔اور بعد نماز عصر مسجد اہل حدیث گلشن نگر، جوگیشوری کے دوسرے حج تربیتی پروگرام میں شیخ عنایت اللہ سنابلی، مدنی/حفظہ اللہ نے مناسک حج کے متعلق اہم نصیحتیں کیں۔

اسی دن بعد نماز مغرب امیر محترم شیخ عبد السلام سلفی/حفظہ اللہ نے مسجد خالد بن عبد الرحمن، ٹیمکر محلہ، بائیکلہ ممبئی میں "ارتداد وانحراف سے بچنے کی صورتیں" جیسے حساس موضوع پر اہم خطاب کیا۔

11-10/جون 2023ء بروز سنیچر، اتوار ندوۃ السنہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی، اٹوا بازار، سدھارتھ نگر، یوپی کے زیر اہتمام ایم جی فن سٹی واٹر پارک اینڈ ریجورٹ لکھنو یوپی میں ایک اہم سیمینار بعنوان ''دفاع نبوی اسالیب ووسائل''، منعقد ہوا جس میں امیر محترم شیخ عبد السلام سلفی/حفظہ اللہ نے 11/جون کے پہلے سیشن کی صدارت فرمائی اور ''نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا انجام'' کے موضوع پر بصیرت افروز خطاب فرمایا۔

11/جون 2023ء بروز اتوار جمعیت اہل حدیث رائیدرگ، آندھرا پردیش کے زیر اہتمام ایک اہم دعوتی پروگرام میں شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی/حفظہ اللہ (داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے شرکت کی اور ''عقیدہ کی گمراہیاں اور خواتین'' جیسے اہم موضوع پر اہم خطاب پیش کیا جس سے عوام کے ساتھ ساتھ جامعہ محمدیہ رائیدرگ کے مخصوص اساتذہ وطلبہ نے بھی استفادہ کیا۔

16/جون 2023ء زیرِ سرپرستی: ضلعی جمعیت اہل حدیث، کلیان الحکمۃ سلفی ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ کے زیر اہتمام دعوتی واصلاحی پروگرام بنام (جنازہ ورکشاپ) کتاب وسنت کی روشنی میں بمقام مسجد ومدرسہ اصلاح المسلمین اہل حدیث، سنجے گاندھی نگر۔الہاس نگر۔3 منعقد ہوا۔جس میں فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی/حفظہ اللہ تعالیٰ (داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے مرد وخواتین کے مرض الموت کے مسائل کے ساتھ، تجہیز وتکفین، نماز جنازہ اور تدفین کی وضاحت مع عملی مشق کیا۔

16-17-18/جون 2023ء کو شیخ سرفراز فیضی/حفظہ اللہ (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے حیدر آباد، تلنگانہ کے بعض علاقے میں دعوتی اصلاحی پروگراموں میں شریک ہوکر اہم موضوعات پر عوام الناس سے خطاب کیا۔

اسی طرح 21/جون 2023ء بروز بدھ مکرانہ، راجستھان کے ایک اہم دعوتی پروگرام میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی شیخ سرفراز فیضی/حفظہ اللہ نے شرکت کی اور بہت ہی اہم موضوع ''مثالی بیوی اور مثالی شوہر'' پر بہت ہی اہم خطاب کیا۔ جس سے خواتین وحضرات نے بھرپور استفادہ کیا۔

6/جولائی 2023ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء مسجد اہل حدیث اقصیٰ، چیتا کیمپ ٹرامبے، ممبئی میں شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ (داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے شرح حدیث جبرئیل پر علمی درس پیش کیا جس سے نوجوانان چیتا کیمپ وعوام نے بھرپور استفادہ کیا۔واضح ہو یہ درس 22/جون جمعرات سے شروع ہوا ہے جو ہر جمعرات کو منعقد ہوتا ہے۔

4/جولائی بروز منگل ہلائی گھانچی جماعت خانہ پائیدھونی ممبئی میں شیخ سرفراز فیضی/حفظہ اللہ (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) کا ہفتہ واری درس ''خلفائے راشدین'' سیریز منعقد ہوا جس سے خواتین حضرات نے بھرپور فائدہ اٹھایا،

واضح ہو یہ درس ہر منگل کو رات 11 بجے اسی جگہ منعقد ہوتا ہے جس سے نوجوانان اور کاروباری و دوکاندار افراد زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ الحمدللہ

3/جولائی 2023ء بروز پیر بعد نماز عشاء مسجد اہل حدیث کمہار واڑہ، مسلم نگر، دھاراوی ممبئی کے پندرہ روزہ درس میں ''احسان معنی اہمیت و افادیت'' پر شیخ فیض الرحمن رحمانی (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے بہت اہم خطاب پیش کیا جس سے مصلیان مسجد کی کثیر تعداد نے استفادہ کیا۔

8/جولائی 2023ء بروز سنیچر بعد نماز عشاء مسجد اہل حدیث آزاد نگر، گھاٹکوپر ممبئی میں شیخ فیض الرحمن رحمانی (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) عظمت صحابہ کے موضوع پر بہت ہی اہم درس پیش کیا جس سے عوام نے خوب فائدہ اٹھایا۔

ان دعوتی سرگرمیوں کے علاوے کئی سماجی و دینی مسائل کا قرآن وسنت کی روشنی میں بلا تفریق مذہب وملت بہترین حل پیش کیا گیا، نیز علمائے جماعت، مدارس وجامعات کی لائبریریوں کے لیے جمعیت کی جدید اور نہایت ہی اہم مطبوعات ہدیۃً پیش کی گئیں۔ اسی طرح کچھ اہم مطبوعات کی پی ڈی ایف فائل بنا کر شوشل میڈیا پر اپلوڈ کا کام جاری ہے۔ خاص طور پر امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ و شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ کے خطبات جمعہ کی آڈیو کلپ اور متعدد مناسبتوں پر، اہم موضوعات پر مفید ویڈیوز تسلسل کے ساتھ آتے رہتے ہیں اور شوشل میڈیا پر اپلوڈ کئے جاتے ہیں، جس سے کثیر تعداد میں لوگ استفادہ کر رہے ہیں۔

ابھی جلد ہی ماہ اگست میں ایک عظیم الشان تعلیمی انعامی مسابقہ کا (جس کی تفصیل آئندہ شماروں میں پیش خدمت ہوگی) صوبائی جمعیت کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے جو جامعات ومدارس کے طلباء و متعلمین کی علمی صلاحیت کو اجاگر کرنے اور ان کی ہمت افزائی کے لیے ایک بہترین اور مفید کاوش ہے۔

ضلعی جمعیت اہل حدیث پال گھر کی دعوتی و تعلیمی سرگرمیاں:

ضلعی جمعیت اہل حدیث جماعت کی ایک فعال اکائی ہے جو پورے ضلع پال گھر میں بساط بھر میدان دعوت وتعلیم میں سرگرم عمل ہے، ماہ مئی جون وجولائی کی تازہ سرگرمیاں درج ذیل ہیں:

- ضلع میں پائے جانے والے مدارس ومکاتب اسلامیہ کے تعلیمی استحکام کے لئے متعدد تربیتی اجتماعات زیر صدارت امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث پال گھر شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی رحفظہ اللہ منعقد ہوئے۔

پہلا اجتماع 30/مئی 2023ء مدرسہ ومسجد تقویٰ مقابل شالیمار ہوٹل وسئی، دوسرا اجتماع 6/جون 2023ء مدرسہ ومسجد نور الاسلام سنتوش بھون اور تیسرا اجتماع مسجد قباء کراری فٹنس نالا سوپارہ ویسٹ بتاریخ 13/جون 2023ء منعقد ہوا۔ جس میں ضلع کے متعدد ذمہ داران وائمہ مساجد وعلمائے کرام نے شرکت کی اور یہ بہت ہی کامیاب اجتماع رہا۔

- ضلعی جمعیت پال گھر کی جانب سے بتاریخ 11/جون 2023ء ایک عظیم الشان اجتماع زیر صدارت شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی بمقام مدرسہ ومسجد الفاروق وسئی پھاٹا منعقد ہوا۔ جس میں شیخ فیصل مدنی ممبرا اور شفیق الرحمن سنابلی حفظہما اللہ نے علمی خطاب کیا، پروگرام کی نظامت شیخ قمر الدین صفوی اور شیخ فاروق عمری حفظہما اللہ نے کی۔

- ماہانہ اجتماع کی شکل میں ضلعی جمعیت کے زیر نگرانی ایک اہم اجتماع شیخ عبدالحکیم مدنی حفظہ اللہ کی صدارت میں جامع مسجد اہل حدیث دھانو باغ، نالا سوپارہ بتاریخ 24/جون 2023ء منعقد ہوا جس میں شیخ عبدالجبار سلفی اور مولانا معراج احمد رحمانی کے خطابات ہوئے، پروگرام کی نظامت مولانا رفیع الدین عالیاوی نے کی۔

اس طرح کے متعدد پروگرام پورے ضلع پال گھر میں جاری ہیں اللہ مزید توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

قرآن وسنت سے وابستگی اور جامعات ومدارس کے طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیر اہتمام

اپنی نوعیت کا عظیم الشان

تعلیمی انعامی مقابلہ

بتاریخ:
۱۲-۱۳/اگست ۲۰۲۳ء
مطابق ۲۴-۲۵/محرم ۱۴۴۵ھ

شہر ممبئی، تھانہ، پال گھر اور اضلاع کوکن کے جامعات
اور مکاتب ومدارس کے طلبہ کے لئے ایک سنہری موقع

رجسٹریشن کی آخری تاریخ:
۱۵/جولائی ۲۰۲۳ء بروز سنیچر مطابق ۲۶/ذی الحجہ ۱۴۴۴ھ

بمقام:
جامع مسجد اہل حدیث
کاپڑیا نگر، کرلا (ویسٹ)، ممبئی

اغراض ومقاصد

- قرآن کریم کی تلاوت، حفظ وتجوید اور اس کے معانی میں دلچسپی پیدا کرنا
- مسلم بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا
- امت کو کتاب وسنت سے وابستہ کرکے دنیا وآخرت میں کامیابی سے ہمکنار کرنا
- حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مکاتب ومدارس میں علم تجوید کی تدریس کا اہتمام پیدا کرنا

تعلیمی مقابلے کے زمرے اور انعامات

نمبر	زمرے	اول	دوم	سوم	دس ممتاز طلبہ	ٹوٹل رقم
1	حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	40/ہزار	30/ہزار	20/ہزار	ایک فرد 5/ہزار (50,000)	1,40,000/-
2	حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	30/ہزار	20/ہزار	15/ہزار	ایک فرد 4/ہزار (40,000)	1,05,000/-
3	حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	20/ہزار	15/ہزار	10/ہزار	ایک فرد 3/ہزار (30,000)	75,000/-
4	ناظرہ تلاوت قرآن کریم کامل مع تجوید ومخارج	15/ہزار	10/ہزار	5/ہزار	ایک فرد 2/ہزار (20,000)	50,000/-
5	حفظ "متن کتاب التوحید" از شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب تمیمی رحمہ اللہ مع ترجمہ	30/ہزار	20/ہزار	15/ہزار	ایک فرد 4/ہزار (40,000)	1,05,000/-

تمام انعامات کی کل رقم: 4,75,000/-

تعلیمی مقابلہ کے شرائط وضوابط

(۱) ایک طالب علم کسی ایک ہی زمرے میں شریک مقابلہ ہو سکتا ہے۔
(۲) ابتدائی تین زمروں میں شریک مقابلہ طالب علم کی عمر ۱۸/سال سے زائد نہ ہو۔
(۳) چوتھے زمرہ (تلاوت قرآن کریم ناظرہ مع تطبیق قواعد تجوید ومخارج) میں امیدوار کی عمر ۱۳/سال سے زائد نہ ہو۔
(۴) پانچویں زمرہ "حفظ متن کتاب التوحید" میں امیدوار کی عمر ۲۳/سال سے زائد نہ ہو۔
(۵) شریک مقابلہ کے لئے اپنے ادارہ کے صدر/پرنسپل/ناظم کی جانب سے نامزدگی کا خط (لیٹر ہیڈ پر) مع آدھار کارڈ پیش کرنا لازمی ہے۔
(۶) تمام شرکاء مقابلہ کو رجسٹریشن کی مقررہ تاریخ (۱۵/جولائی ۲۰۲۳ء) تک رجسٹریشن کی کارروائی مکمل کرنا ضروری ہے بصورت دیگر مقابلہ کمیٹی امیدوار کو شریک مقابلہ کرنے سے معذور ہوگی۔
(۷) کسی بھی شریک مقابلہ کو انعام حاصل کرنے کے لئے امتیازی نمبر (۸۵%) حاصل کرنا ضروری ہے بصورت دیگر مقابلہ کمیٹی انعام تفویض کرنے سے معذور ہوگی۔
(۸) امتحان مقابلہ میں امیدوار کا صبح ۸:۳۰ بجے سے پہلے حاضر رہنا ضروری ہے تاخیر کی صورت میں امیدوار شریک امتحان نہ ہو سکے گا۔
(۹) تشجیعی انعام پانے کے لئے کم از کم (۷۰%) نمبر حاصل کرنا ضروری ہے، بصورت دیگر مقابلہ کمیٹی تشجیعی انعام دینے سے معذور ہوگی۔
(۱۰) تمام شرکاء مقابلہ کو مقابلہ کمیٹی کی جانب سے توصیفی سند سے نوازا جائے گا۔
(۱۱) انعامی مقابلہ میں حکم صاحبان اور مقابلہ کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا۔
(۱۲) کسی بھی زمرے میں شرکاء کی تعداد ۱۵/ سے کم ہونے کی صورت میں مقابلہ کمیٹی اس زمرے کا مقابلہ منعقد کرنے سے معذور ہوگی۔
(۱۳) واضح رہے کہ تعلیمی مقابلہ "حفص عن عاصم" کی قراءت کے مطابق ہوگا۔

نوٹ: رجسٹریشن کے لئے فارم کی صحیح خانہ پری کرکے مطلوبہ کاغذات کے ساتھ اس نمبر پر (9892555244) واٹسپ کریں۔

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai
subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com